48

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

23 تا 29 دسمبر 2004ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

سلامتی کونسل کی تشکیل نو اور پاکستان

خطبہ جمعہ کے عربی متن کا مفہوم

16 دسمبر

عیسائیت، یہودیت اور اسلام عقائد کا موازنہ

گھریلو عورت اور معاشرہ

سابق خطیب، شاہ فیصل مسجد سے انٹرویو

بانی تنظیم کے دورۂ بھارت میں توسیع

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

کافروں کے لئے نہایت سخت

پس اے عزیزانِ ملت! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلہ اسلام! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہو، تو تعجب ہے اگر اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہو، تو لعنت ہے ان سات کروڑ زندگیوں پر جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو۔ اگر مراکش میں ایک حامی وطن کے حلق بریدہ سے ایک خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے، تو ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں گرتے؟ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں جن سے آخری ساعت نزع میں اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ کی آواز نکل رہی تھی، تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو، اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں۔ اگر آج بلقان کے میدانوں میں حافظین کلمہ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھدر رہے ہیں، تو ہم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے ملعون ہوں اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لئے بھی راحت اور سکون محسوس کریں۔ میں کہہ رہا ہوں، حال آنکہ اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اس کے پیرووں میں باقی ہے، تو مجھ کو کہنا چاہئے کہ اگر میدانِ جنگ میں کسی ترک کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے، تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان، مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اس کی چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے، کیونکہ ملت اسلام ایک جسم واحد ہے اور مسلمان خواہ کہیں ہوں، اس کے اعضاء و جوارح ہیں۔ اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے، تو جب تک باقی اعضاء کٹ کر الگ نہ ہو گئے ہوں، ممکن نہیں کہ اس صدمے سے بے خبر رہیں۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، محض اظہار مطلب کا زور بیان ہی نہیں ہے، بلکہ عین ترجمہ ہے۔ اس حدیث مشہور کا جس کو امام احمد مسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول کریم علیہ صلوٰۃ و تسلیم نے فرمایا ہے: ''مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم واحد کی، اگر اس کے ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے، تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے''۔ اور اسی کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے جس کو ابو موسیٰ اشعریؓ نے روایت کیا ہے: ''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے کسی دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے''۔ اور فی الحقیقت یہ خصائص مسلم میں سے ایک اولین اور اشرف ترین خصوصیت ہے، جس کی طرف قرآن شریف نے اپنے جامع اور مانع الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ''کافروں کے لئے نہایت سخت۔ مگر آپس میں نہایت رحیم اور ہمدرد''۔ ان میں جس قدر سختی ہے باطل اور کفر کے لئے اور ان کی جس قدر محبت و الفت ہے حق و صدق اور اسلام و توحید کے لئے۔

خطباتِ آزاد

تحریر: مولانا ابوالکلام آزاد

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 142 تا 145)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۱۴۲ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ۱۴۳ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ
وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۴ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۗ وَ
سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۵﴾

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔ اور تم موت (شہادت) کے آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے سو تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟) اور جو اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا۔ اور اللہ شکرگزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔ اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے (اُس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔ اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے اُس کو ہم یہیں بدلہ دیں گے اور جو آخرت میں طالبِ ثواب ہو اس کو وہاں اجر عطا کریں گے اور ہم شکرگزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔"

یہ آیت تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلے ہم پڑھ چکے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں اس کا نمبر 214 ہے اور یہاں 142۔ گویا digits وہی ہیں صرف ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ ہندسوں کا مجموعہ سات ہی ہے۔ کیا تم نے سمجھا تھا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں ہے کہ تم میں سے کون واقعتاً جہاد کرنے والے ہیں اور کون ہیں جو واقعتاً صبر و استقامت کا ثبوت دیں گے۔ ابھی تو تمہارے بڑے بڑے امتحان ہوں گے۔ بڑی کڑی منزلیں سامنے ہیں۔ ع ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں! تمہارا حال تو یہ ہے کہ جب تک موت کا منظر سامنے نہیں آیا تھا اُس وقت تو موت کی تمنا کرتے تھے۔ یہ اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جو نئے نئے اسلام لائے تھے نوجوان تھے۔ غزوۂ اُحد کے وقت انہوں نے ہی کہا تھا کہ معرکہ کھلے میدان میں ہونا چاہئے۔ تو انہیں بتایا جا رہا ہے کہ پہلے تو تم شہادت کی تمنا کر رہے تھے اب دیکھ لی موت! موت اتنی گوارا شے نہیں کہ انسان اسے اتنی آسانی کے ساتھ قبول کر لے۔ اس جنگ میں تم نے اپنی آنکھوں سے موت کو دیکھ لیا ہے۔

جنگ احد میں جب اچانک حملے سے مسلمانوں میں افراتفری پھیلی تو یہ خبر بھی اڑی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس افواہ نے مسلمانوں کو بری طرح متاثر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو تلوار پھینک کر بیٹھ گئے کہ اب کس کے لئے جنگ لڑنی ہے۔ اس صورت حال میں کہا گیا کہ تمہارا یہ رویہ درست نہیں۔ محمد (ﷺ) تو بس اللہ کے رسول ہیں وہ معبود تو نہیں۔ تمہارا جہاد اُن کے لئے تو نہیں، تم تو اللہ کی خاطر لڑ رہے ہو اللہ کے دین کا غلبہ مطلوب ہے۔ محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں اور اُن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں یعنی وفات پا چکے ہیں۔ تو اگر اُن کا انتقال ہو جائے یا بالفرض وہ قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟ تمہارے دین اور ایمان کی بس یہ حقیقت ہے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ شکرگزار بندوں کو بدلہ دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ جذباتی انسان تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت اُن پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ تلوار کھینچ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ جو کہے گا کہ محمد ﷺ کی وفات ہو گئی ہے اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ اتنے میں "ثانی اسلام و یارِ غار و قبر" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا جو ان کی بیٹی تھیں۔ چنانچہ وہ سیدھے اندر چلے گئے۔ چہرے سے چادر ہٹائی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور کہا اب دوبارہ آپ ﷺ پر موت وارد نہیں ہو گی آپ کو تو حیاتِ جاودانی حاصل ہو چکی ہے۔ حجرے سے باہر نکلے تو سب کے سامنے یہی آیت پڑھی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ...... الخ﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے یہ آیت ابھی ابھی نازل ہوئی ہے۔ یہ تھی عظمت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ اُن کا مقام بہت بلند ہے۔

اور کسی متنفس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اُس پر موت وارد ہو مگر اللہ کے حکم سے۔ وہ تو مقرر اور لکھی ہوئی شے ہے۔ ہر ایک کا وقت طے ہے۔ کہا جاتا ہے Death is the best guard یعنی خود موت انسان کی سب سے بڑی محافظ ہے۔ وقت سے پہلے تو وہ کسی صورت نہیں آ سکتی اور وقت آنے پر ایک پل کے لئے ٹل نہیں سکتی۔ جو کوئی دنیا میں اجر و ثواب چاہتا ہے ہم اُسے دے دیتے ہیں اور جو واقعتاً اپنے اعمال کا ثواب آخرت میں چاہتا ہے ہم وہاں اُس کو دیں گے۔ اور شکر کرنے والوں کو تو ہم جزا ہی دیں گے۔

چودھری رحمت اللہ بٹر

نکاح کی اہمیت

فرمانِ نبویؐ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: "نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتا ہو اُسے شادی کر لینی چاہئے۔ اس سے نگاہ قابو میں آ جاتی ہے اور آدمی پاک دامن ہو جاتا ہے۔ ہاں جو شخص (نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی) استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کے شہوانی جذبات کو کم کر دے گا"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	23 تا 29 دسمبر 2004ء	جلد
48	10 تا 16 ذی قعدہ 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق
مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

سلامتی کونسل کی تشکیل نو اور پاکستان

گزشتہ ہفتے ہماری ''مجلسِ ادارت'' کے رُکن اور فاضل تجزیہ نگار جناب ایوب بیگ مرزا نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی تشکیل نو کے حوالے سے' اپنے تجزیے میں جو نتائج اخذ کیے ہیں' اس مضمون کی دفتر میں موصولی کے بعد بعض ایسی اطلاعیں سامنے آئی ہیں' جو مرزا صاحب کے تجزیے کو تقویت دیتی ہیں۔

یاد رہے کہ اقوام متحدہ میں اصلاحات کی اعلیٰ سطحی کمیٹی نے سلامتی کونسل کی تشکیلِ نو بلکہ توسیع کی سفارش کی تھی' جس پر بھارت' جرمنی' برازیل اور جاپان نے مستقل نشست کے ساتھ ویٹو پاور دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے ان چار ملکوں کو ویٹو پاور کے ساتھ مستقل نشست دینے کے مطالبے کو مشکل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے کونسل کی فیصلہ کرنے کی صلاحیت و طاقت سست پڑ جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان چاروں کو ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت دی جائے' تو کیا وہ قبول کر لیں گے؟ جواب یہ ہے کہ فی الحال وہ مستقل رکنیت کو بھی غنیمت جانتے ہوئے ضرور قبول کریں گے' اس امید پر کہ ویٹو کا حق آگے چل کر مل جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اپنے ہمسایہ ملک بھارت کو ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل میں رکنیت دلوانے پر راضی ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اس معاملے میں امریکا کی پراسرار اور عیارانہ خاموشی کچھ اور کہہ رہی ہے۔ اشاروں کو ملا کر دیکھنا چاہیے۔ پاکستان کے صدر مملکت تاریخ میں پہلی مرتبہ ارجنٹائن اور میکسیکو کے بہانے برازیل دورے پر گئے۔ لاطینی امریکا اور پاکستان کے باہمی تجارتی تعلقات ایک حد سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ برازیل اور ارجنٹائن سے ایٹمی ٹیکنالوجی اور ایٹمی اسلحے کے تبادلے پر گفتگو ہو سکتی تھی' وہ بھی نہ ہوئی' کیونکہ یہ دونوں ملک ایسے معاملوں میں خاموشی کے قائل ہیں اور پہلے ہی رضا کارانہ طور پر ایٹمی پھیلاؤ سے دست بردار ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ برازیل اور ارجنٹائن کو پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی سے اگر کوئی دلچسپی تھی' تو وہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو منظر سے ہٹانے کے افسوسناک واقعے کے بعد خود بخود ختم ہو گئی۔ پاکستان کو ارجنٹائن کے مواصلاتی سیارے بنانے کے پروگرام سے دلچسپی ہو سکتی تھی' اس ضمن میں بھی دونوں ملکوں کے لیڈروں کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ تینوں ملکوں سے کوئی خاص تجارتی معاہدے بھی سامنے نہیں آئے۔ بالآخر دوروں کے نتیجے کے طور پر جو بات سامنے آئی ہے' وہ یہ ہے کہ صدر مشرف کی پوری کوشش یہ رہی کہ بھارت سلامتی کونسل کا مستقل رکن نہ بننے پائے۔ چنانچہ وہ بالخصوص میکسیکو کے صدر سے ''توسیع'' کے خلاف بیان دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن یہ سادہ سی بات اُن کے ذہن میں کیوں نہیں آئی کہ سلامتی کونسل کی توسیع سے بھارت کے ساتھ ساتھ لاطینی امریکا (برازیل کی وساطت سے) کو بھی تو فائدہ پہنچے گا۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیے تھا کہ بھارت اور لاطینی امریکا کے بہت گہرے سفارتی اور تجارتی تعلقات شروع دن سے مضبوطی سے قائم ہیں۔ اگر برازیل خود سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت کا امیدوار نہ ہو' تب بھی وہ پاکستان کی حمایت میں' بھارت کی مخالفت کیوں کرے گا۔ ایسی صورت میں تجزیہ نگاروں کا یہ سمجھنا کہ لاطینی امریکا کے دورے کے بعد صدر بش سے ملاقات دراصل ''رپورٹ'' پیش کرنے کے برابر تھی۔

امریکا کی اعصاب شکن خاموشی کے برعکس چین کا اعلان پاکستان کے لئے زیادہ منصفانہ اور اطمینان بخش ہے جو وزیر اعظم شوکت عزیز کے حالیہ دورے کے اختتام پر چین کی وزارتِ خارجہ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ یہ کہ: ''چین سلامتی کونسل میں بھارت کی ویٹو کے بغیر مستقل نشست' اس یقین دہانی کے بعد' دینے کی حمایت کرے گا کہ وہ جنوبی ایشیا میں استحکام پیدا کرے' ہمسایوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے اور خطے میں امن کے لئے کردار ادا کرے۔ گویا چین نے ایسی شرائط عائد کی ہیں جن کو پورا کرنا بھارت کے لئے ممکن نہیں۔

بھارت دنیا کا واحد ملک ہے جو اپنے ہمسایوں (پاکستان' بنگلہ دیش' نیپال' بھوٹان' سری لنکا' مالدیپ وغیرہ) سے مسلسل' کسی نہ کسی مسئلے پر پنجہ آزمائی کرتا رہتا ہے۔ پاکستان کے ساتھ تو بالخصوص تین بڑی جنگیں ہو چکی ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان چھپن برس سے کشمیر کا تنازعہ سلامتی کونسل کے مستقل ایجنڈے میں شامل ہے۔ جب تک اس ایجنڈے پر سے بھارت کا نام خارج نہ کر دیا جائے' وہ مستقل رکنیت کیونکر اور کس اصول اور قاعدے سے اختیار کر سکتا ہے؟ سب کو معلوم ہے کہ امریکا دونوں ملکوں کو بار بار مذاکرات کی میز پر لانے اور کشمیر کے مسئلے کا ''بے شمار حلوں میں سے'' کوئی ایک حل نکالنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ جس دن اُس کی یہ کوشش کامیاب ہو گی' امریکا بھارت کو ویٹو پاور کے ساتھ سلامتی کونسل کی رکنیت دینے کے حق میں پُرزور اعلان کر دے گا۔

کیا امریکا کے دباؤ پر بھارت کشمیر اور پانی کے معاملوں میں' دوطرفہ مذاکرات سے' پاکستان کو کچھ مراعات دینے پر رضامند ہو جائے گا' ہرگز نہیں۔

کیا پاکستان امریکا کے دباؤ پر' کشمیر اور پانی کے معاملوں میں' دوطرفہ مذاکرات سے' منصفانہ حل نکالے بغیر بھارت کو ویٹو کے ساتھ یا ویٹو کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت دینے پر رضامند ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ (ادارہ)

عالم اسلام کی خبریں

ترکی

پچھلے دنوں برسلز میں یورپی یونین کا دوروزہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگلے برس 3 اکتوبر سے ترکی سے مذاکرات کئے جائیں تاکہ ان کے ذریعے ترکی کو یورپی یونین میں شامل کیا جاسکے۔ واضح رہے کہ برطانیہ' امریکا' جرمنی اور فرانس وغیرہ چاہتے ہیں کہ ترکی یورپی یونین میں شامل ہوجائے مگر قبرص کا مسئلہ درمیان میں ہونے کے باعث یورپی ممالک اس کی شمولیت کے خلاف ہیں۔

مزید برآں چند یورپی ممالک نے دبے دبے لفظوں میں یہ بات بھی کی ہے کہ ترکی ایک مسلمان ملک ہے جب کہ یورپی یونین میں دوسرے ممالک عیسائی ہیں۔ اس طرح یورپ میں اسلامی اثرات پھیل سکتے ہیں۔ شنید ہے کہ درج بالا مذاکرات 15 برس تک جاری رہیں گے اور ان کی تکمیل کے بعد یہ ضمانت نہیں کہ ترکی یورپی یونین میں شامل ہو جائے گا۔ ویسے ترکی اگر جنوبی قبرص کو تسلیم کرلیتا ہے تو اس کا کیس مضبوط ہوجائے گا۔

فلسطین

کچھ عرصہ قبل پی ایل او کے صدر محمود عباس نے یہ بیان دیا تھا کہ فلسطینی اسرائیل کے خلاف مزاحمت کرکے غلطی کررہے ہیں۔ اس بیان پر فلسطینی مزاحمتی تنظیموں مثلاً حماس اور اسلامی جہاد کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسرائیل نے فلسطین پر ناجائز قبضہ کررکھا ہے۔ چونکہ وہ بات چیت کے ذریعے قبضہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں لہٰذا ڈنڈے کے زور پر اسے فلسطین سے نکالنا پڑے گا۔ فلسطینی مزاحمت کامیابی تک جاری رہے گی اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

دریں اثنا حماس کے نائب سربراہ ڈاکٹر موسیٰ ابومرزوق نے خبردار کیا ہے کہ اسرائیلی بیرون ملک مقیم حماس کے رہنماؤں پر قاتلانہ حملہ کررہے ہیں' لہٰذا اب ہم بھی اسرائیل سے باہر رہنے والے اسرائیلیوں پر حملے کرسکتے ہیں۔

سوڈان

اسرائیل اسلامی ممالک کے خلاف ہردم سازشیں کرتا رہتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اردن کی خفیہ ایجنسی نے حال ہی میں دو اسرائیلیوں کو گرفتار کیا ہے جو سوڈان کے شورش زدہ علاقے دارفور میں علیحدگی پسند باغیوں کو اسلحہ اسمگل کرنے والے تھے۔ گرفتاری کے بعد انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل کی اسلحہ ساز فیکٹریوں سے باغیوں کو اسلحہ بھیجا جارہا ہے تاکہ وہاں شورش کو ہوا ملے۔

سوڈانی حکومت نے بیان میں کہا ہے کہ اسرائیل صرف اسلحہ ہی فراہم نہیں کررہا بلکہ باغیوں کو اسرائیل میں موجود خفیہ تربیتی کیمپوں میں فوجی تربیت بھی دی جارہی ہے۔

امریکا

جب سے نوگیارہ کا واقعہ ہوا ہے' امریکا میں مسلمانوں کا رہنا عذاب مسلسل بن گیا ہے۔ ان تین برسوں میں نفرت ہی بڑھی ہے' کم نہیں ہوئی۔ اس کی تازہ مثال وہ سروے ہے جو نیویارک کی کارنیل یونیورسٹی نے کروایا ہے۔ اس سروے کے مطابق 47 فیصد امریکیوں کی رائے ہے کہ امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں سے ان کی مذہبی آزادیاں چھین لی جائیں' ان کی عبادت گاہیں اور مدرسے بند کردیئے جائیں اور ان کے رہن سہن کی کڑی نگرانی کی جائے۔ اگرچہ 45 فیصد امریکیوں کا خیال ہے کہ ان کے خلاف پابندیاں ضرور لگائی جائیں لیکن وہ انتہا پسندانہ نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مذہبی آزادی سلب کی جائے۔ سروے کے ذریعے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو لوگ خبریں دیکھتے ہیں' ان پر مسلسل یہ ڈر سوار رہتا ہے کہ امریکا دہشت گردی کے کسی واقعہ کا نشانہ بننے والا ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

بنگلہ دیش

بھارت کثیر آبادی والا ملک ہے لہٰذا اسے پانی کی ضرورت رہتی ہے۔ لیکن بھارتی حکومت اپنے وسائل اور ذرائع سے فراہمی آب کے منصوبے شروع کرنے کی بجائے پڑوسیوں کے پانی پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کررہا ہے۔ مثلاً بھارت کشمیر میں دریائے جہلم پر بند بنارہا ہے حالانکہ سندھ طاس معاہدے کے مطابق اسے یہ بند بنانے کا حق حاصل نہیں۔

اسی طرح بھارتی ان دریاؤں پر بھی بند باندھنا چاہتے ہیں جو بھارت سے گزر کر بنگلہ دیش جاتے ہیں۔ حال ہی میں بھارتی حکومت نے عندیہ ظاہر کیا ہے کہ وہ ان دریاؤں سے نہریں نکال کر اپنے صوبوں کو سیراب کرے گی۔ اس پر بنگلہ دیشی حکومت نے سخت ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ بنگلہ دیش کے وزیر پانی نے خبردار کیا ہے کہ ایسا ہوا تو بنگلہ دیش کو نہایت تباہ کن صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایران

مغربی ذرائع ابلاغ نے اطلاع دی ہے کہ امریکی فوج ایران پر حملے کے لئے فوجی مشقیں کررہی ہیں۔ ان مشقوں کے ذریعے زمینی جنگ کی تیاری ہورہی ہے۔ اطلاعات کے مطابق حملے کی صورت میں امریکی طیارے سب سے پہلے ایران کے انقلابی گارڈز کے اڈوں پر فضائی حملے کریں گے۔ اس کے بعد ایران کی ایٹمی تنصیبات پر حملے ہوں گے۔ امریکی محکمہ دفاع کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایسے تین سو مقامات کا پتا چلایا ہے جن میں سے 125 مقام حیاتیاتی' کیمیائی اور فوجی ہتھیاروں سے متعلق ہیں۔

اطلاعات کے مطابق امریکا پانچ اطراف سے ایران پر حملہ کرے گا۔ اس آپریشن میں دو ہفتے لگیں گے۔ امریکی فوج خلیج فارس' آذربائیجان' افغانستان اور جارجیا سے حملہ آور ہوگی۔ یاد رہے کہ ایرانی فوج امریکہ کی سخت مخالف ہے اور امریکہ ایران پر حملہ کرکے وہاں دوست حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

عراق

امریکی دعویٰ کے باوجود عراق میں امن وامان بحال نہیں ہوسکا بلکہ وہاں تشدد کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ 20 دسمبر کو نجف اور کربلا کے مقدس شہروں میں بم دھماکے ہوئے جن کے باعث 78 افراد جاں بحق اور 105 زخمی ہوئے۔ یہ دھماکے ایسے مقامات پر ہوئے جو حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے مقابر کے قریب تھے۔ یہ دھماکے بس سٹاپوں پر ہوئے جہاں لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔

عراق میں سیاسی اور معاشرتی حالات سنبھلنے کے بجائے انارکی کی طرف گامزن ہیں۔ امریکی عراقیوں کو آزادی دلوانے عراق میں داخل ہوئے تھے' مگر اب عراقی بدترین حالات میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ ہر پل انہیں خطرہ رہتا ہے کہ کسی گولی کا نشانہ نہ بن جائیں۔ امریکی قبضے نے عام عراقیوں کا جینا اجیرن کردیا ہے۔

کشمیر

پاکستانی صحافیوں کے ایک وفد نے حال ہی میں چین کے انسٹی ٹیوٹ برائے سیکورٹی اور سٹریٹیجک سٹڈیز سے منسلک دانش وروں سے ملاقات کی ہے۔ ان دانشوروں نے تسلیم کیا ہے کہ چین اور پاکستان کے تعلقات سٹریٹیجک نوعیت کے ہیں جبکہ چین اور بھارت کے تعلقات مسائل کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کے لئے بھارت کو پیش رفت کرنی چاہیے۔ پاکستان نے مسئلہ حل کرنے کے لئے کئی اہم تجاویز دی ہیں لیکن ان کے سلسلے میں بھارت کا رویہ مثبت نہیں۔ یہ غلط بات ہے۔

خطبہ جمعہ کی اہمیت اور عربی متن کا مفہوم

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 10 دسمبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

پچھلے خطاب جمعہ میں مَیں نے خطبہ جمعہ ہی کے موضوع پر گفتگو کی تھی۔ تمہیدی طور پر خطبہ جمعہ کی اہمیت اور اس کی غرض وغایت پر بھی بات ہوئی۔ عربی خطبے کا پہلا جملہ مکمل کر لیا گیا تھا لیکن چونکہ اس مرتبہ خطاب جمعہ کے موضوع کا اعلان اخبار میں شائع کیا گیا ہے' لہٰذا نئے آنے والوں کے لئے میں کچھ چیزوں کا اعادہ کروں گا۔

سورۃ الجمعہ دو رکوعوں پر مشتمل ایک ایسی سورت ہے جس کا دوسرا رکوع تو واضح طور پر جمعہ کی اہمیت اور احکامِ جمعہ ہی سے متعلق ہے۔ پہلے رکوع میں آنحضور ﷺ کے کچھ افعال اور وظائف کا ذکر ہے' جن میں نہایت اہمیت کے ساتھ قرآن مجید کو نمایاں کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع کے مطالعے سے جمعہ کی غرض و غایت سمجھ میں آتی ہے۔ بنیادی طور پر نبی کریم ﷺ کو جو مشن دیا گیا تھا' وہ انقلابی تھا۔ اس کا ذکر سورۃ الصف کی آیت 9 میں موجود ہے' جس کی رُو سے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دو چیزیں دے کر بھیجا: ایک الھدیٰ یعنی حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک چلنے والے آسمانی ہدایت کے سلسلے کا فائنل اور کامل ایڈیشن؛ دوسرے دین الحق یعنی نظام عدل اجتماعی۔ یہ دو چیزیں دے کر رسول ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا تا کہ وہ اللہ کے اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں۔ جزیرہ نما عرب کی حد تک اس مشن کو آنحضور ﷺ نے مکمل کر دیا تھا' تاہم اس آیت کی تکمیل اُس وقت ہوگی جب پورے کرہ ارضی پر یہ نظام نافذ ہوگا۔ ایک باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم کرنے کے لئے انقلابی افراد درکار تھے۔ ایسے لوگ تیار کرنے کے لئے پہلے اُن کے اندر کی دنیا کو بدلا گیا۔ آنحضور ﷺ نے یہ عمل چار افعال کے ذریعے انجام دیا' جن کا ذکر سورۃ الجمعہ کی دوسری آیت میں کیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کیں' اپنے ساتھیوں کا تزکیہ کیا' انہیں احکام شریعت بتائے اور حکمت ودانش کی تعلیم دی۔ افراد کی یہ قلب ماہیت عالمی اور ظاہری انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔ لہٰذا مسلمانوں کا انقلابی لٹریچر قرآن مجید ہے' اس لئے کہ یہ چاروں چیزیں قرآن ہی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ تزکیہ اور باطنی بیماریوں کے علاج کا اصل ذریعہ قرآن ہے' اسی طرح احکام شریعت کا سب سے بڑا منبع بھی یقینی طور پر قرآن مجید ہے جبکہ عقل و دانش کے حوالے سے یہ **الحکیم** کا کلام ہے' چنانچہ اس سے زیادہ پُر حکمت اور کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

اس انقلابی لٹریچر سے مسلسل استفادہ کرتے رہنے اور ایمانی جذبہ کو تروتازہ رکھنے کے لئے قیامت تک کے لئے جمعہ کا نظام تجویز کر دیا گیا۔ یوم الجمعہ کی کچھ ساعات کا بھی تعین کر دیا گیا کہ جب اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف لپکو اور ہر قسم کا کاروبار چھوڑ دو۔ ان اوقات کے اختتام کے حوالے سے بھی بتا دیا گیا کہ جب نماز مکمل ہو جائے تو اس کے بعد منتشر ہو سکتے ہو۔ سابقہ امت کے مقابلے میں اِس امت کے لئے یہ خصوصی رعایت ہے کہ وہاں سبت کا پورا دن کاروبار کو حرام کرتے ہوئے اللہ کی یاد کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ تاہم فضیلت اسی میں ہے کہ مسلمان جمعہ کا پورا دن اللہ کی یاد اور اس کی کتاب کا علم حاصل کرنے کے لئے فارغ رکھیں۔ ایک حدیث کے مطابق جو شخص نماز جمعہ کے لئے پہلی ساعت میں پہنچتا ہے' اس کے لئے ایک اونٹ صدقہ کرنے کے برابر ثواب ہے۔ دوسری ساعت میں پہنچنے والے کو گائے صدقہ کرنے' تیسری ساعت میں پہنچنے والے کو بکرا یا بھیڑ صدقہ کرنے جبکہ آخری ساعت میں پہنچنے والے کو ایک انڈہ صدقہ کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جب امام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور وہ بھی ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جب خطبہ جمعہ شروع ہو جائے تو پھر فضیلت ختم ہو گئی' محض نماز میں شرکت شمار ہوگی۔

خطبہ جمعہ کی اہمیت کے حوالے سے ایک دو باتیں اور عرض کر دوں۔ ایک تو اس امر کی تاکید ہے کہ مسلمان اجتماعِ جمعہ کے لئے بڑے اہتمام سے مسواک کر کے' نہا دھو کر' صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگائیں تا کہ ایک عمدہ ماحول قائم ہو جس میں آدمی پوری یکسوئی کے ساتھ سیکھنے کی طرف متوجہ ہو۔ خطبہ جمعہ سننے کی اہمیت کا اندازہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتا ہے' جس کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اگر تم نے خطبے کے دوران اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ خاموش رہو تو تم نے بھی لغو حرکت کی۔ اس بیان کی جامعیت دیکھئے کہ چند الفاظ میں کتنی عمدگی سے خطبہ جمعہ کی اہمیت کو سمو دیا گیا۔ گفتگو سے کسی دوسرے کو روکنا بھی اگر لغو حرکت ہے تو خود بات کرنا اور خطبے کے اندر خلل ڈالنا کتنی قابل مذمت شے ہوئی' اس کا اندازہ خود کر لیجئے! خطبہ جمعہ درحقیقت تعلیم قرآن کا پروگرام ہے۔ قرآن کو بیان کرتے ہوئے ہمیں نبی کریم ﷺ کے فرمودات کے ذریعے ہی سے اس کو سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ خطبہ قرآن وحدیث کا مجموعہ ہونا چاہئے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اس سلسلے میں کام کیا اور بہت عمدگی سے ان چیزوں کو معین فرمایا ہے جو ایک جامع خطبے میں شامل ہونی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو اللہ کی حمد وثنا خطبہ کا لازمی حصہ ہے۔ پھر شہادتین کا تذکرہ ہونا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ آنحضور ﷺ پر درود اس کا لازمی حصہ ہو۔ چوتھی بات یہ فرمائی کہ چونکہ قرآن مجید میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم بار بار آیا ہے اس لئے خطبے میں بھی اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے۔ پانچویں بات یہ کہ کچھ آیات قرآنی کی تلاوت اس میں ضرور ہونی چاہئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو خطبات مرتب کئے' ان میں انہوں نے سورۃ المومن کی آیت 60 منتخب کی' چنانچہ تمام خطیب حضرات عام طور پر اسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں۔

اب ہم خطبہ جمعہ کے متن کی طرف آتے ہیں۔ اس کے پہلے جملے کی وضاحت میں پچھلی مرتبہ کر چکا ہوں' چنانچہ اب صرف ترجمے پر اکتفا کیا جائے گا:

☆ **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ...... اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ**: ''کل حمد وثنا اللہ کے لئے ہے' کُل تعریف اور شکر وسپاس اللہ کے لئے ہے۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں' اور اس سے مدد چاہتے ہیں'

اور اس سے بخشش و مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں"۔

☆وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا: "اور ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں اپنے نفوس کی شرارتوں سے اور اپنی بداعمالیوں سے"۔ یہ بڑی عجیب بات ہے! عام طور پر تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ سورۃ النحل کی آیت 98 میں فرمایا گیا: "جب تم قرآن پڑھنے لگو تو اللہ کی پناہ میں آ جاؤ شیطان مردود سے"۔ اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت 200 میں ارشاد ہوا: "اور کبھی تمہیں شیطان کی چھیڑ اُبھارے تو اللہ سے پناہ طلب کرو"۔ اس کی سب سے عام شکل انسان کا مشتعل ہو جانا ہے۔ یہ بھی ایک شیطانی حملہ ہے، جس سے فوراً اللہ کی پناہ میں آ جانا چاہئے ـــــ لیکن یہاں خطبے میں اس سے آگے بڑھ کر یہ دعا کی جا رہی ہے کہ پروردگار تو ہمیں ہمارے اپنے ہی نفس کی شرارتوں سے محفوظ فرما۔ درحقیقت اس نفس کے اندر بھی برائی کے محرکات موجود ہیں۔ سورۃ یوسف کی 53 ویں آیت میں حضرت یوسفؑ کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ: "اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ یہ نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جو رحم کیا میرے رب نے"۔ انسان کے نفس کے اندر سرکشی ہے اور یہ حدود اللہ کو پھلانگنے کا رجحان رکھتا ہے۔ شیطان اسی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کا اصل کردار یہی ہے کہ غصہ، انتقام، شہوت کے حوالے سے انسانی کمزوریوں کو بھڑکائے اور وسوسہ اندازی کرے۔ سورۃ الاعراف میں یہود کی تاریخ کے ایک بہت بڑے ولی اللہ بلعم بن باعوراء کا ذکر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے روحانی اعتبار سے بہت اونچا مقام عطا کیا تھا لیکن پھر اس پر زوال آیا اور سب کچھ چھن گیا۔ اس ضمن میں 175 ویں آیت میں فرمایا گیا: "اور انہیں پڑھ کر سنایئے اس شخص کے احوال کہ جس کو ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں، تو وہ خود ان سے نکل بھاگا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا، تو وہ ہوا گمراہوں میں"۔ یعنی نفس کی اکساہٹ کی وجہ سے وہ خود پٹڑی سے اتر گیا۔ چنانچہ جب انسان کے اندر معاملات بگڑتے ہیں، تب شیطان فائدہ اٹھاتا ہے۔

☆مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ: "جس کسی کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے تو اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے تو کوئی نہیں کہ جو اسے راہِ ہدایت پر لا سکے"۔ یہ بھی قرآن مجید کے حوالے سے ایک بہت اہم اصول ہے جو ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ اصل اختیار بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر ایک شخص ہدایت کا طالب ہی نہیں تو وہ زبردستی اس کو ہدایت پر نہیں لاتا۔ چنانچہ ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں صراط مستقیم کی دعا کرتے رہیں، یہ نہ سمجھیں کہ اگر ہدایت مل گئی ہے تو اب ہمیں اس راستے سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ پر برقرار رکھ سکتا ہے۔ ہدایت اور ضلالت کے قانون کی ایک شق سورۃ الحج کی آیت 16 میں بیان کی گئی کہ: "اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے"۔ اسی حوالے سے سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کے آخر میں ارشاد ہوا: "اور (اللہ تعالیٰ) ہدایت دیتا ہے اس کو جو اس کی طرف متوجہ ہو"۔ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ نہیں کہ اس سے تو پیٹھ پھیرے رہیں اور پھر کہیں کہ اللہ نے ہمیں ہدایت ہی نہیں دی۔ جیسے حقیقی رازق اللہ کی ذات ہے، لیکن ہم ہاتھ توڑ کے نہیں بیٹھتے بلکہ جو ملتا ہے اس سے اور آگے کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں، اسی طرح اگرچہ ہدایت دینے کا آخری اختیار اللہ کے پاس ہے لیکن ہمیں صراط مستقیم کا طالب بننا چاہئے اور اللہ کا دامن تھام کر اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ جو شخص خود جاگ رہا ہو اور بظاہر سوتا بن جائے، اسے جگانا ممکن نہیں ہے۔ ایسے لوگ جن تک قرآن کی بات پہنچ چکی ہو لیکن پھر بھی وہ اپنے ذاتی مفادات یا کسی اور وجہ سے حق کو قبول نہ کریں، ان کی ضلالت پر اللہ تعالیٰ مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے اور پھر کوئی طاقت انہیں راہ ہدایت پر نہیں لا سکتی۔ یہی اللہ کا قانون ہے!

آج میں یہیں تک اکتفا کرتا ہوں، خطبہ جمعہ کے بقیہ متن پر ان شاء اللہ اگلی مرتبہ گفتگو ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفس کی شرارتوں اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھے۔ آمین! (ملخص: محمد خلیق)

پریس ریلیز

17-[illegible]-2004

مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب دین کی اصل کو چھوڑ کر نئی چیزوں کو اختیار کر لینا ہے۔

یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطبۂ جمعہ کے عربی متن کی تشریح کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے زوال کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے دین کے بجائے زمانے کے چلن کو مقدم کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا یہ دیکھنے کے لئے کہ کون سی چیز دین کا حصہ ہے، اس کی دلیل ہمیں قرآن و سنت اور اعمالِ صحابہؓ سے لینی ہوگی۔ کیونکہ ہدایت وہ ہے جو اللہ نے اُتاری اور جس کو نبی اکرمؐ نے کر کے دکھایا، اس کے علاوہ جو شے بھی دین کا حصہ سمجھ کر یا ثواب کی خاطر اختیار کی جائے وہ گمراہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرمؐ ہمیں ہر قسم کی غلامی کے طوقوں سے نجات دلانے آئے تھے لیکن آج ہم نے جھوٹی انا کی خاطر خود کو طرح طرح کی غیر اسلامی رسموں میں جکڑ رکھا ہے، چنانچہ آج کا انسان انہی غلط رسوم اور رواجوں کے بوجھ تلے سسکیاں لے رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دینِ رحمت ہے، اگر ہم صحیح معنوں میں اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں تو آخرت میں سرخرو ہوں گے ہی، دنیا میں بھی زندگی انتہائی سہل ہو جائے گی۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

ضرورت اسٹاف

شعبہ سمع و بصر میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی ریکارڈنگ اور پیکنگ کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے، اسی طرح ایک آڈیو ایڈیٹر (کمپیوٹر) کی بھی ضرورت ہے جو کہ کمپیوٹر پر آڈیو ایڈیٹنگ کے کام میں مہارت رکھتا ہو اور اس سے متعلق تمام سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کی معلومات رکھتا ہو۔ تنظیم اسلامی سے تعلق رکھنے والے شخص کو ترجیح دی جائے گی۔ امیدوار اپنے کوائف کے ساتھ 31 دسمبر تک رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: ناظم شعبہ سمع و بصر، قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن 03-5869501 jobs@tanzeem.org

16 دسمبر

ایوب بیگ مرزا

قوموں کی زندگی میں بعض ایسے دن بھی آتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ صبح صادق طلوع ہی نہیں ہوئی۔ آفتاب کی چمک دمک کے باوجود ہر شے پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ آج سے 33 سال پہلے 16 دسمبر کو جب سورج طلوع ہوا تو جھلسا دینے والا یہ سیارہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خود ٹھٹھر رہا ہے جیسے اس پر کپکپی طاری ہے شاید پلٹن میدان میں امت وسط کی ذلت و رسوائی اس سے برداشت نہ ہوئی اور مملکت خداداد پاکستان کی شکست و ریخت نے اس پر لرزا طاری کر دیا تھا لیکن 16 دسمبر 2004ء کا سورج اصلی پاکستان کے مشرقی بازو کو قصہ پارینہ بنا چکا تھا اور اس روز اس میں پہلے سے زیادہ تمازت اور حدت تھی۔ آخر جو خود کو نہ بدلیں ان کے شب و روز کیسے بدل جائیں ان کے سروں پر قائم آسمان کیسے بدل جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ سورج تو ہر روز ایک ہی طرح طلوع اور غروب ہوتا ہے وہ تو ہمارے اس نظام شمسی کا ایک ادنیٰ کارکن ہے۔ مالک حقیقی کا فرمانبردار اپنی ذمہ داری سے رتی برابر اِدھر اُدھر نہ ہونے والا۔ یہ تو انسانوں کی اپنی باطنی کیفیت ہوتی ہے جو اس کی بصارت کی اہلیت پر غالب آ جاتی ہے۔ 1971ء کے سانحہ نے ہم پر تھوڑی دیر کے لئے غم و اندوہ کی کیفیت طاری کر دی تھی اور کچھ دیر کے لئے ہمیں یہ کائنات کچھ بدلی بدلی سی معلوم ہوئی تھی بالکل اسی طرح جیسے اپنے مردے کو دفنانے کے دوران قبرستان میں موجودگی تک ہماری قلبی اور ذہنی کیفیت تبدیل ہوئی ہوتی ہے لیکن جونہی شہر کی رونقوں میں واپس آتے ہیں تو سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں۔ ہم تو مشرقی پاکستان کا مردہ بھی بے گور و کفن چھوڑ کر بھاگے تھے۔ کیا عبرت حاصل کی تھی ہم نے اس سانحہ سے جو صراط مستقیم کو ترک کرنے سے رونما ہوا تھا ہم تو کج راہوں پر اپنی رفتار مزید تیز کر چکے ہیں اور اب تو منزل دور سے دور ہوتی جا رہی ہے اور آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اور آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل کے مصداق ذہنوں سے محو ہو چکی ہے اور بے منزل مسافر کی طرح ہم انجانے راستوں پر ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اگرچہ یہ درست ہے کہ مغرب کی چٹی گوری تہذیب میں بہت سی برائیاں ہیں فحاشی اور اباحیت پسندی معاشرتی سطح پر، سود خوری اور سرمایہ پرستی معاشی سطح پر اور مادر پدر آزادی سیاسی سطح پر ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ان تمام برائیوں کو ہم نے کسی نہ کسی سطح پر لازماً اپنا لیا ہے لیکن تہذیب نو کی ان تمام اچھائیوں اور خوبیوں سے ہم دور رہے جو مغرب میں پائی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ ہم مغرب کی تقلید میں مادے اور سرمائے کے حضور سجدہ ریز تو ہوئے لیکن دیانت داری کو بطور پالیسی بھی نہ اپنا سکے اسی طرح سیاسی سطح پر ہم نے آزادی اور جمہوریت کے نعرے تو بہت لگائے لیکن ادارے جو جمہوریت کی جڑ اور بنیاد ہوتے ہیں انہیں نہ صرف مستحکم نہ کر سکے بلکہ صحیح طور پر وجود ہی میں نہ لا سکے۔ لہٰذا ہماری جمہوریت کے پاؤں کبھی زمین پر نہ ٹک سکے اور وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح لوٹ کا مال بنی رہی کبھی سول بیوروکریسی نے اپنے لمبے ہاتھوں سے اسے جا لیا اور کبھی خاکی وردی والوں نے چھڑی سے اسے اپنے صحن میں اتار لیا۔ معاشرتی سطح پر تو ہم اپنے غلامی کے دور میں آزادی کے بعد سے بدرجہا بہتر تھے۔

گزشتہ تین صدیوں میں امت مسلمہ کے جسد پر اتنے چرکے لگے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ عام مسلمان بالکل بے بس نظر آیا دانشور اور قلمکار مرثیہ خوانی' نوحے اور گریہ زاری سے دل کی تسلی کا سامان پیدا کر لیتے تھے ساری امت کی بات چھڑ گئی تو یہ کالم بڑا کوتاہ دامن ثابت ہوگا لہٰذا گفتگو کو مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان تک محدود رکھتے ہیں خصوصاً 1971ء کے سانحہ کے حوالہ سے مختصراً یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اس کی شکست و ریخت کی حقیقی بنیاد کیا تھی اور مستقبل میں صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے نام کی لاج کیونکر رکھ سکتا ہے یہ بات صد فیصد درست ہے کہ جمہوریت پاکستان کی ماں اور اسلام اس کا باپ ہے۔ پاکستان نے اسلام کے نام پر جمہوریت کے بطن سے جنم لیا تھا 1946ء کے انتخابات میں مسلم نشستوں پر مسلم لیگ کے کلین سویپ نے پاکستان کے قیام کے راستے کی تمام رکاوٹیں خس و خاشاک کی طرح بہا دی تھیں لیکن مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ کیوں ملا حالانکہ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل غیر معروف اور مالی طور پر انتہائی تنگ دست تھے انہیں صرف مذہب کے نام پر ووٹ ملے اور وہ کامیاب ہوئے یعنی پاکستان ووٹ کی بنیاد پر قائم ہوا اور ووٹ مذہب کی بنیاد پر ملا۔ پاکستان بننے کے بعد ہم نے دونوں بنیادیں ڈھا دیں نہ پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن سکا نہ جمہوریت کا سورج طلوع ہوا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ ہو جاتا تو یہ مکمل ضابطہ حیات اپنی جامعیت کی وجہ سے جمہوریت کی حقیقی روح کو بھی روشناس کرا دیتا۔ یہ جمہوریت مغرب کی جمہوریت کی طرح مادر پدر آزاد تو نہ ہوتی بلکہ اللہ اور رسولؐ کی عطا کردہ شریعت کی حدود کے اندر ہوتی اور چونکہ تمام انسانیت اللہ کا خاندان ہے اور حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین ہیں لہٰذا انسانی فلاح و بہبود کے حوالہ سے مثالی اسلامی ریاست قائم ہوتی اور شورائیت اس کی روح ہوتی موجودہ دور کی طرح بنیادی انسانی حقوق کا بے ہنگم شور و غوغا تو نہ ہوتا جس میں طبقاتی تقسیم بھی ہے اور رنگ و نسل کا امتیاز بھی البتہ احترام آدمیت کی وہ روشن مثالیں دوبارہ قائم ہوتیں جن کی جھلک خلافت راشدہ میں نظر آتی ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ جمہوریت پر پہلا شب خون مارا۔ سول بیوروکریسی نے اور ملک غلام محمد جیسے لوگ محلاتی سازشوں کے ذریعے گورنر جنرل بن گئے اور بعد از اں دستور اور جمہوریت کو بازیچہ اطفال بنایا فوجی بیوروکریسی نے لیکن اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سیاست دان بالکل معصوم تھے بلکہ انہوں نے ان غاصبین کو خود موقع فراہم کیا۔ انہوں نے ان گنت برائیوں کو جنم دیا پھر یہ کہ ہر وقت باہمی طور پر دست و گریبان رہتے تھے چنانچہ موقع شناسوں اور مفاد پرستوں نے ان کے جنگ و جدل سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ سچی بات یہ ہے کہ جمہوریت اور خصوصاً اسلام کے نفاذ کے حوالہ سے سب سے زیادہ ضرر رساں کردار اسلامی جماعتوں اور ان کی قیادت کا تھا۔ یہ سامنے کی بات ہے اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک آدھ کو چھوڑ کر ہندوستان کی تمام اسلامی جماعتوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد یا تو وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی جدوجہد شروع کر

دیتے۔ یا ڈنکے کی چوٹ کہتے کہ ہمارا 'تقسیم' سے قبل موقف درست تھا اس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہوگئی ہے لیکن اب چونکہ پاکستان وجود میں آ گیا ہے تو ہم یہاں اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کریں گے تاکہ مضبوط و مستحکم پاکستان بھارت کے مسلمانوں کے لئے بھی تقویت کا موجب بنے۔ لیکن حیرت کی بات ہے بعض پاکستان مخالف اسلامی جماعتوں نے اپنا زور اس بات پر صرف کرنا شروع کر دیا کہ پاکستان تو بنایا ہی انہوں نے ہے۔ اور اب پاکستان پر حکومت کرنے کا بھی صرف انہیں حق ہے۔ اور یہ سوچے سمجھے بغیر کے ملک میں نفاذ اسلام کی کوششوں کو کس قدر نقصان پہنچے گا انہوں نے اقتدار کی رسہ کشی میں ایک مکمل فریق کی حیثیت اختیار کر لی۔ حصول اقتدار کا ظاہری ذریعہ چونکہ صرف انتخابات تھا لہٰذا انتخابی سیاست کے میدان میں کھلاڑی کی حیثیت سے کود پڑے اور اپنے اقتدار کے لئے اسلام کو سیڑھی بنانے کی کوشش کی۔ اس سعی لاحاصل کے دو زبردست نقصان ہوئے ایک یہ کہ پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ جس نے اسمبلی سے قرارداد مقاصد جیسی عظیم الشان قرارداد منظور کروائی تھی وہ اسلامی جماعتوں کو بجا طور پر اپنا حریف سمجھنے لگی اور دوسرا یہ کہ انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اسلامی جماعتوں کی باہمی سر پھٹول شروع ہوگئی اور فرقہ واریت کی لعنت کے منحوس سائے اس ملک پر گہرے ہو گئے۔ اگر اسلامی جماعتیں کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کرتیں کہ ملک کے عوام اور اقتدار کے خواہش مند سیاست دان وغیرہ یہ اچھی طرح جان جاتے کہ انہیں صرف اپنے مشن سے سروکار ہے اقتدار سے کچھ لینا دینا نہیں تو سیاست دان بھی کسی قدر تعاون کرتے اور عوام اس مشن کی تکمیل کے لئے کہیں زیادہ آگے آتے۔ اسلامی جماعتوں سے یہ ہمالائی غلطی بھی ہوئی کہ وہ نادیدہ قوتوں کے ہاتھوں فوری اور سامنے کے فوائد کے حصول کے لئے استعمال ہو جاتے تھے وقت کی حکومت کے خلاف جلسے اور جلوس نکالنا' دھرنے دینا اور اسلام آباد کا محاصرہ بڑے زور و شور سے کیا جاتا بعد میں معلوم ہوتا کہ تختِ حکومت کوئی اور لے اڑا۔ اور کسی نے مطلب براری کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچانے کی انہیں ترغیب دی اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر اور کسی لالچ میں نہیں کیا جاتا تھا تو پھر بھولپن کی انتہا تھی اور ایسا بھولپن ملک و قوم کے لئے انتہائی مہلک اور ضرر رساں ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ مومن کی پہچان تو یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ لیکن ملک عزیز میں یہ ڈرامہ بار بار دہرایا گیا۔

قصہ کوتاہ اپنی ماں جمہوریت اور اپنے باپ اسلام کو خود سے دور کرنے والا یہ بے سہارا بچہ اب در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے اور غیروں کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ اور غیر اس وقت تک کھلاتا پلایا کرتے ہیں جب تک اس جان کی انہیں ضرورت ہوتی ہے اور جب ضرورت ختم ہو جائے گی تو خیرات دینے والے ہاتھ گردن دبا دیں گے وہ کیوں یہ خرچہ اپنی عوام پر ڈالیں۔ پس اسلامی نظام پاکستان کی بقا کے لئے ناگزیر ہے۔ 16 دسمبر کو ہونے والی شکست و ریخت کی یہ المناک کہانی تو یہاں ختم ہوتی ہے۔ البتہ اسلامی جماعتوں کی پالیسی سے پاکستان اور امت مسلمہ کو پہنچنے والے نقصان کی کہانی اس وقت تک تشنہ رہے گی جب تک بیرون ملک جہادی سرگرمیوں پر مختصر روشنی نہ ڈالی جائے۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو خطے میں سوویت یونین کے بالشویک انقلاب کا بڑا چرچا تھا۔ کیمونزم کی بنیاد لادینیت پر تھی وہ مذہب کو فساد کی جڑ قرار دے رہے تھے۔ امریکہ سوویت یونین کو اپنا حریف اور قوت کا عالمی چیمپئن بننے میں رکاوٹ سمجھ رہا تھا لہٰذا امریکہ نے سوویت یونین کے خلاف مذہب کا ہتھیار استعمال کیا۔ سوویت یونین کے ہمسایوں میں سے پاکستان ایک ایسا ملک تھا جو ایک نظریاتی ریاست ہونے کا دعوے دار بھی تھا یہاں مذہبی جماعتوں کو کھل کھیلنے کی اجازت بھی تھی۔ پھر یہ کہ سوویت یونین میں اسلام کے خلاف جو کچھ ہوا اسے پاکستان میں بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور ایسا تاثر قائم ہو گیا گویا سوویت یونین دنیا سے اسلام کا صفایا کرنا چاہتا ہے اور امریکہ اسلام دوست ہونے کی وجہ سے اسلامی جماعتوں کا ایک نوع کا اتحادی بن گیا۔ سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کی اور امریکہ مولوی اتحاد کھل کر سامنے آ گیا۔ اسلحہ اور ڈالر کی ایسی بارش ہوئی کہ سنبھالے نہیں سنبھلتی تھی۔ شہروں میں بڑی بڑی گاڑیاں یوں بھاگتی نظر آتی تھیں جیسے موبائل مورچے ہوں۔ یہاں ایک وضاحت لازم ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ دوربین لوگ امریکہ کی اصل نیت اور اس کی اسلام دشمنی کو جانتے نہ ہوں صرف شدت کی کمی بیشی کا فرق ہو سکتا ہے کہ آج امریکہ اسلام کا جتنا بڑا اور سخت دشمن بن کر سامنے آیا ہے اس حد تک لوگوں کے علم میں نہ ہو لیکن جو لوگ اس وقت امریکہ کو اسلام دوست سمجھتے تھے ان کے بھولپن کو ایک بار پھر سلام۔ بہر حال ہماری اسلامی جماعتوں نے امریکہ کی بھرپور مدد کی اور آج وہ ایک ایسا جن بن کر سامنے آیا ہے جس کا اصل ہدف اور ٹارگٹ اسلام اور مسلمان ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کا اس کے ہاتھوں قتل عام ہو رہا ہے مسلمانوں کے شہر تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ان کی مسجدوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ راقم اسلامی جماعتوں کی نیت پر شک نہیں کرتا لیکن بہر حال یہ گناہ کبیرہ ان سے سرزد ہوا اس کی تلافی صرف یوں کی جا سکتی ہے کہ وہ فی الحال بیلٹ اور بلٹ دونوں سے لاتعلق ہو کر جہاد بالقرآن کا عزم کریں۔ اور اپنی قوت کو اس وقت تک مجتمع کرتے رہیں جب تک وہ علی الاعلان کفار کے خلاف "قتال" کے قابل نہ ہو جائیں پھر چھپ کر دہشت گردی کی وارداتوں کا ارتکاب کرنے کی بجائے کھل کر میدان میں اتریں اللہ یقیناً ان کی مدد کرے گا۔

بقیہ: عیسائیت' یہودیت اور اسلام' عقائد کا موازنہ

ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام، عیسٰی ابن مریم دوبارہ بنفس نفیس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ البتہ ان کے نزول سے قبل یہودیوں میں سے ایک مسیح دجال کھڑا ہوگا جسے حضرت مسیح علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے مقام "لُد" پر قتل کریں گے۔ (واضح رہے کہ "لِدا" اسرائیل کا سب سے بڑا ایئر بیس ہے)۔ تو مسیحی بھائیو! یہ ہیں ہمارے عقائد! آپ ہمارے پورے عقائد بے شک نہ مانیں، لیکن مندرجہ بالا گذارشات پر غور تو فرمائیں کہ آپ کے عقیدے سے قریب ترین کون ہے۔ یہودی یا مسلمان؟ اور قادیانی یا مسلمان؟ کم سے کم اتنا تقابلی جائزہ تو ہر شخص لے سکتا ہے۔

بقیہ: شاہ فیصل مسجد کے خطیب سے انٹرویو

یہ معمول تھا کہ وہ چار رکعت نماز تراویح پڑھاتے۔ اس کے بعد ذکر و اذکار میں لوگ مصروف ہو جاتے۔ یہ سلسلہ ساری رات چلتا رہتا تھا اور اس طرح قیام اللیل کا فریضہ ادا ہوتا تھا۔

ہم ایک بار پھر آپ کے انتہائی مشکور ہیں کہ آپ نے اپنی قیمتی مصروفیات میں سے ہمارے لئے وقت فارغ کیا اور اپنے خیالات سے ہمیں نوازا۔ آخر میں ہم اس دعا کے ساتھ اس انٹرویو کا اختتام کرتے ہیں کہ اللھم انصر من نصر دین محمد ﷺ من کانوا و حیث کانو واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد ﷺ من کانوا و حیث کانوا ولا تجعلنا منھم
آمین یا رب العالمین

ضرورت رشتہ

30 تا 35 سال تک کی کنواری' اعلیٰ تعلیم یافتہ (بی اے ایم اے' ایل ایل بی) لڑکیوں کے لئے دینی مزاج کے حامل حضرات کا رشتہ درکار ہے۔ ایسے حضرات جن کی پہلی بیوی فوت ہوگئی ہو یا انہوں نے اسے طلاق دے دی ہو بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 5834249 6304338

"تحریک خلافت"

پس منظر

سید قاسم محمود

پہلی جنگ عظیم (1914ء۔1919ء) میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ جنگ کے دوران ہی میں مسلمانانِ ہند یہ محسوس کرنے لگے کہ اگر جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی تو ترکی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جائے گا' لیکن برطانیہ بار بار یہ یقین دلاتا رہا کہ "ہم اس لئے نہیں لڑ رہے کہ ترکی کو اس کے دارالسلطنت یا ایشیائے کوچک اور تھریس کی زرخیز زمینوں سے محروم کردیں"۔ امریکا کے صدر ولسن نے بھی اپنے مشہور چودہ نکات میں اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ ترکی کے اصل علاقوں پر خلافتِ عثمانیہ کا اقتدار قائم رہے گا۔

خلافت کیا ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہندوستان کے مسلمان ترکوں کے بارے میں اس قدر پریشان اور مضطرب کیوں تھے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے اس امر کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں خلافت کا کیا مقام تھا' یعنی مسلمانانِ ہند کا خلافت عثمانیہ سے کیا تعلق تھا؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ خلافت کیا ہے؟

خلافت کے مسئلے کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اسلام کے سیاسی نظام کے چند بنیادی اصول اور اس ضمن میں مسلمانوں کے فرائض کو ذہن نشین کر لیا جائے۔ ان امور کی طرف مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تصنیف "مسئلہ خلافت" میں کماحقہٗ توجہ دلائی ہے۔ یہاں اُسی کتاب کے حوالے سے چند ضروری اور بنیادی نکات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کا خلاصہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے تیار کیا ہے:

1) اسلام کا شرعی قانون یہ ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہونا چاہئے۔ خلیفہ سے مقصود ایسا خودمختار مسلمان' صاحب حکومت و مملکت ہے' جو مسلمانوں اور اُن کی آبادیوں کی حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کی پوری مقدرت اور دشمن کے مقابلے کے لئے پوری طاقت رکھتا ہو۔

2) اس کی اطاعت واعانت ہر مسلمان پر فرض ہے اور مثل اطاعت خدا اور رسولؐ کے ہے' تاوقتیکہ اس سے کفر بواح (صریح) ظاہر نہ ہو۔ جو مسلمان اس کی اطاعت سے باہر ہوا' وہ مسلمانوں کی جماعت سے باہر ہو گیا۔ جس مسلمان نے اُس کے مقابلے میں لڑائی کی یا لڑنے والوں کی مدد کی' اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں تلوار کھینچی۔ وہ اسلام سے باہر ہو گیا۔ خواہ نماز پڑھتا ہو' روزہ رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہو۔

3) ایک خلیفہ کی حکومت اگر مضبوطی سے جم چکی ہے اور پھر کوئی مسلمان اس کی اطاعت سے باہر ہوا اور اس کے مقابلے میں اپنی حکومت کا دعویٰ کیا تو وہ باغی ہے' اس کو قتل کر دینا چاہئے۔

4) صدیوں سے خلافت اسلامیہ کا منصب سلاطین عثمانیہ (ترکی) کو حاصل ہے اور از روئے شرع تمام امت مسلمہ کے خلیفہ وہی ہیں۔ پس اُن کی اطاعت واعانت دنیا کے تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ جو مسلمان ان کی اطاعت سے باہر ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا' اور اسلام کی جگہ کفر مول لیا۔ جس نے اُن کے مقابلے میں لڑائی کی یا اُن کے دشمنوں کا ساتھ دیا' اُس نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کی۔

5) صرف خلیفۂ اسلام ہی کے لئے یہ حکم مخصوص نہیں ہے۔ جب کبھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ ہو' تو کسی مسلمان کے لئے شرعاً جائز نہیں کہ غیر مسلم فوج کا ساتھی ہو کر مسلمانوں سے لڑے یا ان کی مدد کرے۔ اگر کرے گا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے' بحکم نص قرآنی "من یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالداً فیھا" و بمطابق حدیث نبویؐ "من حمل علینا السلاح فلیس منا"۔

6) جب کسی اسلامی حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حملہ کریں یا حملے کا قصد کریں یا اُن کی آزادی و خودمختاری کو کسی دوسری طرح نقصان پہنچانا چاہیں تو ہر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اُن کی مدد کرنا' اور حملہ کرنے والوں سے لڑنا فرض ہو جاتا ہے۔ علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ حملہ آور زیادہ طاقتور ہوں اور ان کے مقابلے کی کافی طاقت ان مسلمانوں اور وہاں کی حکومت میں نہ ہو۔ اس صورت میں جہاد کی فرضیت علی الکفایہ نہ ہوگی' بلکہ مثل نماز روزہ کے فرض عین ہوگی۔

7) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے کہ اُن کا مقابلہ کرنا اُس کی طاقت سے باہر ہو اور تمام مسلمانانِ عالم کی فوری امداد و نصرت کے بغیر اسلامی ممالک کی حفاظت نہ ہو سکے' تو اس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا بیک وقت فرض ہوگا کہ جس طرح بھی ممکن ہو' اس کی مدد کریں اور اس کے دشمنوں پر حملہ آور ہوں۔

8) اسلام کا حکم شرعی ہے کہ جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جائے۔ اس میں عراق کا ایک حصہ اور بغداد بھی شامل ہے۔ پس اگر کوئی غیر مسلم حکومت اس علاقے پر قابض ہونا چاہئے یا اس کو خلیفۂ وقت کے مقبوضات سے نکال کر اپنے زیر اثر لانا چاہئے تو یہ صرف ایک اسلامی ملک کے نکل جانے ہی کا مسئلہ نہ ہوگا' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک مخصوص سنگین حالت پیدا ہو جائے گی' یعنی اسلام کی مرکزی سرزمین پر کفر کا اثر چھا جائے گا۔ پس اس حالت میں تمام مسلمانانِ عالم کا اولین فرض ہوگا کہ اس قبضے کو وہاں سے ہٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی تمام قوتیں اس کام کے لئے وقف کر دیں۔

9) اسلام کے مقاماتِ مقدسہ میں بیت المقدس اسی طرح محترم ہے جس طرح حرمین شریفین اس کے وقار و احترام کی خاطر لاکھوں مسلمان اپنی جانوں کی قربانیاں اور یورپ کی آٹھ صلیبی جنگوں کا مقابلہ کر چکے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ بیت المقدس کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضے میں نہ جانے دیں۔ اور اگر ایسا ہو رہا ہے تو اس کے خلاف دفاع کرنا صرف وہاں کی مسلمان آبادی کا فرض نہ ہوگا بلکہ بیک وقت تمام مسلمانانِ عالم کا۔

10) اس صورت میں جو شرعی فرض مسلمانانِ عالم پر عائد ہوگا' اس میں پہلی چیز "ترک" ہے' اور دوسری چیز "اختیار"۔ ترک سے مقصود یہ ہے کہ تمام ایسے تعلقات ترک کرنے ہوں گے جن میں حکومت برطانیہ کی اعانت و موالات ہو۔ "اختیار" سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام وسائل و ذرائع اختیار کئے جائیں جن کے ذریعے فریضۂ دفاع انجام پا سکے۔

مسلمانانِ ہند کا تعلق بیرونی اسلامی ممالک سے

ہندوستان میں اسلام باہر سے آیا۔ سب سے پہلے عربوں نے آ کر اپنی حکومت قائم کی اور یوں ایک منظم اور

باقاعدہ دستوری سلطنت پہلی مرتبہ ہندوستان میں قائم ہوئی۔ عربوں کی انصاف پروری' اور عدل گستری کی مثالیں تاریخ میں دی جاتی ہیں' لیکن عربوں کی سلطنت سندھ اور اطراف سندھ تک محدود رہی۔ عربوں کے بعد ترک آئے۔ محمود غزنوی ترک تھا۔ اس نے یہاں ترکوں کا سلسلہ قائم کیا۔ پھر وسط ایشیا کے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ صوفیا اور اولیاء کی آمد نے سمرقند و بخارا سے لے کر ترکستان' تاجکستان اور روم تک کے علاقوں سے ہندوستان کو ملا دیا۔ نظام الدین اولیاء کے مرید امیر خسرو ترک نژاد تھے۔ اولین ترکوں کی یادگار میں قطب مینار' مسجد قوت الاسلام دہلی میں اور ڈھائی دن کا جھونپڑا اجمیر شریف میں بہترین یادگار ہیں۔ مغلیہ سلطنت کا بانی بابر ترک تھا۔ مغلیہ سلطنت نے بھی شریعت اور اسلامی قوانین کو جاری رکھا' لیکن رفتہ رفتہ ہندوؤں کو حکومت میں شریک کرنے اور اُن سے فوجی امداد لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کے نظم و نسق میں خرابی اور بدنظمی پیدا ہوگئی۔ اسلامی قوانین نافذ کرنے والے ادارے عدم توجہی کا شکار ہونے لگے۔ جس زمانے میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت قائم تھی' ترکی اور مشرق وسطیٰ اور عربستان میں خلافت عثمانیہ کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت تصور کیا جاتا۔ شریعت اور فقہ کے اعتبار سے یہ دونوں یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ دونوں جگہ فقہ حنفی کے مطابق فیصلے ہوتے۔ مغلوں کا تعلق عربوں کی بہ نسبت ترکوں اور ایرانیوں سے زیادہ قریبی اور براہ راست تھا۔ ادبی' ثقافتی' علمی اور صنعتی لحاظ سے ان کے درمیان خاصا تعلق پایا جاتا تھا۔ مغل ہندوستان میں اسلامی مساوات کا کوئی مستقل آئین اور قانون رائج نہ کر سکے۔ مغلوں نے کچھ اپنا قانون جاری کیا' کچھ نظام شریعت باقی رکھا' مگر زیادہ تر قوانین پرانے ہی رہنے دیئے۔ یہاں اتنے مختلف مذہب' رنگ اور نسل کے امتیازات تھے کہ ایک قانون پورے ہندوستان میں نافذ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے خلافت عثمانیہ کے مقابلے میں مغلیہ سلطنت کا قانون تیسرے درجے کا تھا۔

جرأت مند سپاہی' فوجی افسر' کلیدی عہدوں کے افسر' عمائدین' وزراء' مشیر وغیرہ وہی اچھے اور معیاری شمار کئے جاتے جو عرب' ایران' ترکستان اور افغانستان سے وارد ہوتے۔ یہ لوگ ہندوستان کی سرزمین میں قدم جمانے کے بعد اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بلوا کر یہاں ملازمت دلاتے۔ اسی طرح بیرونی اسلامی ممالک سے قابل اور اہل لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے راجپوتوں نے بھی مغل سلطنت میں ملازمت کی' لیکن وہ اپنے راجا اور سردار کے تحت بھرتی ہوتے اور انہی کی نگرانی میں کام کرتے۔ ان کی ملازمت براہ راست نہیں تھی' لہٰذا اُن میں کبھی نظم و ضبط قائم نہ ہو سکا' نہ اُن کی صحیح تربیت ہوئی۔

دولت عثمانیہ کی طرح سلطنت مغلیہ میں بھی تبلیغ اسلام کا کوئی ادارہ نہیں تھا۔ اُس دور میں غیر مسلموں کو اسلام میں داخل ہونے کی بھی ترغیب نہ دی گئی۔ مغلوں نے اسلام کی خاطر کوئی خدمات انجام نہیں دیں۔ انہوں نے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے نہ اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے کوئی کام کیا۔ مغلوں میں ایک بہت بڑی خرابی یہ تھی کہ جانشینی کے لئے ان کے پاس کوئی مستقل اور مضبوط قانون نہ تھا۔ چنانچہ مغلیہ سلطنت ہمیشہ جانشینی کے تنازعے میں خانہ جنگی کا شکار رہتی تھی۔

1517ء سے دولت عثمانیہ خلافت کا مرکز تھا۔ سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین اور محافظ حرمین شریفین تھا۔ اس لئے دولت عثمانیہ کا مسلمانوں کے دینی مرکز "حجاز مقدس" سے گہرا تعلق تھا۔ وہ حجاز مقدس سے جذباتی طور پر اس قدر قریب تھے کہ انہیں ترکی اور عرب میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس سلطنت مغلیہ کا حجاز مقدس سے کوئی مستقل رشتہ استوار نہ تھا۔ انفرادی طور پر سلاطین کی طرف سے تحفے تحائف بھیج دیئے جاتے تھے اور اخیر زمانے میں یہ آمدورفت بھی برائے نام رہ گئی تھی۔ حج کے دینی فریضے کے خلاف بعض ملاؤں نے تاویلات کا سہارا لے کر یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ سمندر میں قزاقوں کے خوف سے اگر حج نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اٹھارویں صدی میں ہندوستان میں ترکی' تاجکستان' ایران و توران سے قسمت آزما' ہنرمند اور جرار و کرار' اہل و قابل لوگوں کی آمد کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ جہاز ملک کشائی اور نئی بستیاں آباد ہونا بند ہوگئی تھیں۔ ہندوستان کے اندر بھی عمائدین کی دلچسپی محلات کی رنگینیوں اور باہمی اقتدار کی کشمکش سے وابستہ ہو کر رہ گئی تھی۔ عیش پسندی' خانہ جنگی اور باہمی کشمکش نے مغلیہ سلطنت کو تباہ کر دیا تھا۔

حجاز مقدس سے مسلمانانِ ہند کا گہرا اور قریبی تعلق شاہ ولی اللہ نے پیدا کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو مرہٹوں' جاٹوں اور ہندوؤں کی دست برد سے بچانے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو افغانستان سے بلایا۔ مسلمانوں کی اخلاقی' علمی' معاشی' سیاسی اور مذہبی پس ماندگی کو دور کرنے کی تدبیریں کیں اور انہیں عالمگیر برادری کا حصہ ہونے کا احساس دلایا۔ ان کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ اُن کے خاندان اور ان کے مرید سید احمد شہید نے اس تحریک کو آگے بڑھا کر اُسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اپنی بے بسی' کمزوری' بدحالی اور پستی کو دور کرنے کے لئے حجاز مقدس' مقامات مقدسہ اور اسلامی ممالک کی طرف تمناؤں کے ساتھ رجوع کرنے لگے۔ حجاز سے جو روحانی رشتہ تھا وہ زوال اور پستی کی وجہ سے اور پختہ اور گہرا ہوگیا۔

1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد آزادی کی تڑپ رکھنے والے علماء اور بعض رہنماؤں نے حجاز کو اپنا مرکز بنا کر اپنی تحریک آزادی کو زندہ رکھا۔ خلافت عثمانیہ اور حجاز مقدس کی سرزمین ہی اُن کی سلامتی کی ضامن ثابت ہوئی۔ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی' مولانا قاسم نانوتوی' مولانا رشید گنگوہی کا مامن و مرکز حجاز ہی رہا۔ تحریک ریشمی رومال (جس کا تذکرہ "ندائے خلافت" کی سابقہ قسطوں میں ہو چکا ہے) کے تمام کارکن شیخ الہند کی رہنمائی میں شروع ہی سے اسلامی ممالک اور بالخصوص دولت عثمانیہ سے رشتہ جوڑے ہوئے تھے' اس لئے تحریک ریشمی رومال کی طرح تحریک خلافت کا رشتہ اور سہارا بھی خلافت عثمانیہ سے تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں کا مرکز حجاز اور اُن کا گہرا تعلق اسلامی ممالک سے کس حد تک تھا' اس کا اندازہ ہجرت کے ان فتوؤں سے ہوتا ہے جو شاہ عبدالعزیز سے لے کر تحریک خلافت تک جاری ہوتے رہے۔

مسلمانانِ ہند اور عیسائی ممالک

1877ء میں جب روس اور ترکستان میں جنگ چھڑی تو ہندوستانی مسلمانوں نے بڑے پیمانے پر ترکوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ جلسے کئے گئے' جلوس نکالے گئے۔ انگریزوں کے مرکز کلکتہ کی مسجدوں میں اجتماعی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ بیمار اور زخمی ترکوں کے لئے چندے جمع کئے گئے۔ بہت سے مسلمان نوجوانوں نے ترک بھائیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں لڑنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے بعد بھی ترکوں کی عیسائی ملکوں سے جتنی بھی جنگیں ہوئیں' مثلاً **1897**ء میں ترکوں کی یونان سے جنگ ہوئی' **1911**ء میں اٹلی سے جنگ ہوئی اور **1912**ء میں بلقان کی جنگ ہوئی۔ ان سب لڑائیوں میں ہندوستانی مسلمانوں نے ترکوں کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔ حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کی بے حد ہمت شکنی کی اور ترکوں سے اُن کے رابطے قائم نہیں ہونے دیئے۔ پھر بھی ایک طبی وفد ڈاکٹر انصاری کی سرکردگی میں ترکی بھیجنے پر انگریزوں کی حکومت مجبور ہوگئی۔ ہندوستانی مسلمانوں نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ عیسائی طاقتیں مسلمانوں کی دشمن ہیں اور وہ اسلام کی قوت کو پارہ پارہ کر دینا چاہتی ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے اپنا اقتدار کھونے کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں بے شمار مصیبتیں اٹھائیں۔ ان مصیبتوں نے انہیں اسلامی ممالک کے بالعموم اور حجاز مقدس اور دولت عثمانیہ سے بالخصوص تعلق استوار کرنے پر مجبور کیا۔ برطانوی سامراج کے متعلق مسلمانوں کا طرز عمل دراصل اس کے مظالم کا ردعمل تھا۔ ادھر اس زمانے میں ہندوستان کے اندر انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی سیاست بھی مسلمانوں کے خلاف خفیہ طور پر جاری و ساری تھی۔ (جاری ہے)

منتخب تحریر

عیسائیت، یہودیت اور اسلام

عقائد کا موازنہ

بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے مضمون کی تلخیص: وسیم احمد

عیسائی مذہب کے بہت سے بنیادی عقائد میں اسلام سے حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے جبکہ انہی عقائد میں یہودیت اور عیسائیت کے نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ زیرِ نظر تحریر کے ذریعے مختلف مسائل پر تینوں مذاہب کا نقطۂ نظر پیش کر کے عیسائی بھائیوں کو دعوت فکر دینا مقصود ہے کہ وہ غیر جانبدارانہ انداز میں غور وفکر کریں کہ ان کے عقیدے سے قریب ترین کون ہے، یہودی یا مسلمان؟ سب سے پہلے ولادتِ مسیح کا مسئلہ لیجئے، عیسائیوں کا ایمان ہے کہ مسیح کی ولادت کنواری مریم سلام علیہا سے بن باپ کے ہوئی۔ یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے خصوصی ''کلمۂ کُن'' سے ہوئی۔ سورۃ النساء (آیت 171) میں الفاظ آئے ہیں۔ ''بے شک مسیح علیہ السلام ابن مریم، اللہ کا ایک رسول ہی تو تھا اور اس کا ایک فرمان تھا جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے۔'' تو ہمارا عقیدہ عیسائیوں سے قریب تر ہے جبکہ یہودی تو سیدہ مریم (سلام علیہا) پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو (معاذ اللہ) ولد الزنا اور حرامی (Bastard) قرار دیتے ہیں۔ ان کی جراُتوں کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے امریکہ میں "Son of Man" کے نام سے ایک فلم بنائی جس میں واشگاف الفاظ میں کہا گیا کہ

"Jesus is not son of God; he was son of man. He was not born without any father; he had a father."

یہ پوری فلم گویا ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' کی عملی مصداق ہے۔ انہوں نے عیسائیت، خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائیت کو جس طور پر فتح کیا ہے اس کا اس سے بڑا مظہر اور کیا ہوگا کہ اس کے گھر میں بیٹھ کر یہ باتیں کہہ رہے ہیں اور ان کے خداوند یسوع مسیح کو گالی دے رہے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔ (معاذ اللہ) پھر جناب مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو لیجئے۔ یہود کے نزدیک وہ مرتد، کافر، جادوگر اور واجب القتل تھا۔ اس مؤقف میں انہوں نے آج تک کوئی ترمیم نہیں کی۔ اگر آج کے یہودی اس سے اعلانِ براُت کر لیتے تو بات اور تھی۔ اس صورت میں کہا جا سکتا تھا کہ اب ان کی ان نسلوں کو تو بہر حال ان کے اسلاف کے جرائم کی سزا نہیں دی جانی چاہئے۔ لیکن ان کا مؤقف بھی بالکل وہی ہے کہ یسوع جادوگر تھا لہٰذا کافر تھا، اور چونکہ کافر تھا لہٰذا مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہے۔ یہ علماءِ یہود کا فتویٰ ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے نزدیک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن مجید نے خود حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی آنجنابؑ کی کیا خوبصورت مدح بیان کی ہے۔ ''اور سلام ہے مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں اور جس روز زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں .... یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم۔'' حضرت مسیح علیہ السلام نے جبکہ وہ ابھی گود ہی میں تھے، لوگوں سے یہ گفتگو کی تھی۔ یہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کا بھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے عظیم ترین معجزات کو ہم بھی مانتے ہیں، وہ بھی مانتے ہیں۔ اس کے برعکس یہودی آپؑ کے معجزات کو جادوگری قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا مسیحیوں کو سوچنا چاہئے، غور کرنا چاہئے۔ دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہئے۔

پھر رفع مسیح علیہ السلام کے معاملہ کو لیجئے۔ یہودیوں کا مؤقف ہے کہ مسیح مر گیا تھا، اسے ہم نے سولی پر چڑھا دیا تھا، قرآن حکیم میں ان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ ترجمہ: ''کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔'' جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ قتل نہیں کئے گئے، زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے، صرف اس فرق کے ساتھ کہ ان کے نزدیک مسیح علیہ السلام صلیب دیئے گئے، پھر زندہ ہو کر آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ ہمارے نزدیک صلیب دیئے جانے کا سوال ہی نہیں، کیونکہ اللہ کا رسول کبھی صلیب نہیں دیا جا سکتا۔ نبی تو قتل کیا جا سکتا ہے، لیکن رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ ''اللہ نے یہ بات مقرر فرما دی ہے کہ میں اور میرے رسول لازماً غالب رہیں گے۔'' چنانچہ سورۃ المائدہ میں یہود کے قتل مسیح علیہ السلام کے دعوے کو نقل کرنے کے فوراً بعد دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا گیا'' حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔'' ان کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیا گیا اور اس غلط فہمی کی وضاحت انجیل برنباس میں ہے کہ حقیقت میں وہی یہودا اسکریوتی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں شامل تھا اور جس نے سونے کی تیس اشرفیوں کے بدلے مخبری کر کے آپؑ کو گرفتار کروا دیا تھا اس کی شکل حضرت مسیح علیہ السلام کی سی بنا دی گئی اور اسے آپؑ کی جگہ سولی پر چڑھا دیا گیا۔ ﴿وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کا مفہوم یہی ہے کہ وہ اپنے خیال میں مسیح علیہ السلام کو مصلوب کر رہے تھے لیکن درحقیقت اس بدبخت کو سولی پر چڑھا رہے تھے جس نے کہ غداری کی تھی اور تیس اشرفیوں کے عوض اپنے خداوند یسوع مسیح علیہ السلام کو فروخت کر دیا تھا۔ اسے یہودی عدالت سے اس غداری کے انعام میں تیس اشرفیاں ملی تھیں۔ انجیل برنباس میں مزید تصریح ملتی ہے کہ آسمان سے چار فرشتے اُترے جو چھت پھاڑ کر اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام عبادت کر رہے تھے اور انہیں اُٹھا کر لے گئے۔ یہ تفصیلات کسی حدیث میں ہیں نہ کسی تفسیر میں، بلکہ برنباس کی انجیل میں مذکور ہیں۔ مسلمانوں کی رائے بھی یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور ان کی رائے بھی یہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہ سولی دیئے ہی نہیں گئے، بلکہ ان کی جگہ پر کسی اور کو سولی چڑھایا گیا، جبکہ ان کے نزدیک وہ سولی دیئے گئے، پھر ان کا "Resurrection" ہوا۔ یعنی پھر زندہ ہو گئے اور اس کے بعد آسمان پر اُٹھائے گئے۔ لیکن یہودی تو کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں قتل کر دیا، ختم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ آمد (Second Coming of Jesus) کا معاملہ لیجئے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، عیسائی بھی یہی مانتے ہیں۔ چنانچہ یہ چار عقیدے مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین مشترک ہیں۔ جبکہ ان چاروں میں یہودی ان سے مختلف ہی نہیں، ان کے متضاد عقائد رکھتے ہیں۔

ایک بات مزید نوٹ کیجئے۔ ہمارے نزدیک بھی نزول مسیح علیہ السلام سے قبل ایک مسیح الدجال آنے والا ہے، ان کے نزدیک بھی Anti-Christ آنے والا ہے اور یہودیوں کی عیاری ملاحظہ ہو کہ انہوں نے عیسائیوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ وہ ''انٹی کرائسٹ'' مسلمانوں میں سے ہوگا۔ حالانکہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ

مسلمان تو مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ انٹی کرائسٹ (مسیح الدجال) درحقیقت ایک یہودی ہوگا اور میں تاریخ سے یہ ثابت کرسکتا ہوں کہ وہی ہوگا، اس لئے کہ یہودی ایک ''مسیح'' کے منتظر تھے، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام آئے تو ان کو مانا نہیں، لہٰذا ان کے نزدیک مسیح کی جگہ ابھی خالی ہے اور یہ اپنے اس مسیح کے منتظر ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے کوئی یہودی کھڑا ہو کر مسیح ہونے کا دعویٰ کردے گا۔ جیسا کہ سولہویں صدی عیسوی میں یہودیوں کو ایک شخص کے بارے میں یقین کامل ہوگیا تھا کہ یہی مسیح ہے اور یہ اب اعلان کرنے والا ہے۔ لیکن سلطنت عثمانیہ نے اُسے گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا، جہاں وہ مسلمان ہوگیا اور یہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ اس ضمن میں "History of God" بڑی اہم کتاب ہے جو اس دور میں چھپی ہے۔ اس کی مصنفہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد یہودیوں کی پوری تاریخ میں اس شخص سے زیادہ محبوب اور ہردلعزیز شخصیت نہیں گزری ہے۔ پھر حال ہی میں ایک اور شخص کا امریکہ میں انتقال ہوا ہے جس کے بارے میں انہیں اُمید تھی کہ یہ مسیح ہے اور اعلان کرنے والا ہے، لیکن وہ مر گیا۔ بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد سے قبل ایک جھوٹا مسیح، فریبی مسیح، مسیح الدجال (Anti-Christ) لازماً آئے گا اور وہ یقیناً یہود میں سے ہوگا۔ اس کی آمد وہ پانچواں نقطہ ہے جو ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان مشترک ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ عیسائی دنیا کو یہودیوں نے یہ بات باور کرادی ہے کہ وہ مسلمان ہوگا۔

اب میں ایک خاص بات اضافی طور پر اپنے عیسائی بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ عالمی سطح پر جو یہودی سازش چل رہی ہے وہ تو اب واضح ہوچکی ہے۔ اس پر کتابیں بھی آچکی ہیں۔ جنہیں دلچسپی ہو وہ "Pawns in the Game" جیسی کتابوں کا مطالعہ کرلیں۔ اب تو ان کا "Order of Illuminati" بھی پورے کا پورا طشت ازبام ہوچکا ہے اور اب یہودیوں کو ان چیزوں کے افشاء سے کوئی اندیشہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے سارے مقاصد حاصل کرچکے ہیں۔ صیہونیت نے عالم عیسائیت کو اپنے پھندے میں گرفتار کرکے اسے اپنا آلہ کار بنالیا ہے اور اب اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ خاص طور پر پاکستان میں ایک اور معاملہ بھی ہے۔ عالمی صیہونیت (World Zionism) کے علاوہ ایک پاکستان کی دیسی یہودیت (Indigenous Zionism) بھی ہے جس سے میں اپنے پاکستانی مسیح بھائیوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں۔ میری مراد قادیانیت سے ہے اور جہاں تک میری معلومات ہیں یہ قادیانی پاکستانی مسیحیوں کو استعمال کررہے ہیں۔ یہ خود تو سامنے آنہیں سکتے، کیونکہ ملکی قانون ان کی راہ میں رکاوٹ ہے، اگرچہ درپردہ ان کی تبلیغی سرگرمیاں بھی جاری ہیں، کنونشن بھی منعقد ہوتے ہیں، سیٹلائیٹ کے ذریعے سے خطبات بھی آرہے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود قادیانی برملا طور پر کھلم کھلا سامنے نہیں آسکتے، لہٰذا اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انہیں کسی کور (Cover) کی ضرورت ہے، اور اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے انہوں نے یہاں کے عیسائیوں کو ورغلایا ہے۔ لہٰذا مجھے پاکستانی مسیحیوں سے یہ عرض کرنا ہے کہ جہاں وہ عالمی یہودی سازش کا آلہ کار بننے سے بچیں، وہیں اس ''دیسی یہودیت'' سے بھی خبردار رہیں۔ اس کے بارے میں بھی انہیں صحیح صحیح معلومات ہونی چاہئیں۔ چنانچہ ذرا ان کے ساتھ بھی اپنے عقائد کا موازنہ کریں تو اندازہ ہو کہ اختلاف کس درجے زیادہ ہے۔ مسلمانوں کے برعکس قادیانی بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی بغیر باپ کے ولادت کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا وہ یہودی کے قریب تر ہوگئے ہیں یا نہیں؟ محمد حسین نامی ایک شخص جو بہت عرصے تک لاہوری مرزائیت کے انگریزی پرچے "The Light" کا ایڈیٹر رہا تھا، مرزائیت سے منحرف ہوگیا تھا۔ بقول اس کے وہ لاہوریت اور قادیانیت دونوں سے اعلانِ برأت کرچکا تھا۔ وہ شخص میرے دروس میں بڑے شوق سے بیٹھا کرتا تھا اور میرے لئے وہی القابات استعمال کرتا تھا جو یہ لوگ اپنے بڑے بڑے لوگوں کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔ میرے پاس اس کی وہ کتاب بھی موجود ہے جس میں اس نے میرے لئے وہ القابات لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس شخص نے جب میرا سورۂ مریم کا درس سنا جس میں میں نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ ''جو شخص بھی اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی ہے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا''، تو اس دن کے بعد وہ میرے دروس میں نہیں آیا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس نے میرے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیا، پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کئے اور میرے خلاف سازشیں شروع کردیں، حالانکہ کہنے کو وہ قادیانیت سے تائب ہوچکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس معاملے میں قادیانیوں کے عقیدے پر قائم تھا۔ پھر قادیانی یہودیوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع سماوی کے بھی قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح وہاں سے بھاگ کر یہاں کشمیر آیا اور یہاں مرگیا اور دفن ہوگیا۔ ان کے نزدیک یہاں اس کی قبر بھی موجود ہے۔ قادیانیوں کا یہ مؤقف قرآن کے فلسفہ کے سراسر خلاف ہے۔ جان لیجئے کہ کوئی رسول جان بچا کر نہیں بھاگا کرتا۔ البتہ ہجرت ہوسکتی ہے لیکن رسول کی ہجرت کے بعد یا تو پوری قوم ہلاک کردی جاتی ہے، یا رسول کو ان کے اوپر فتح حاصل ہوتی ہے۔ غلبہ نصیب ہوتا ہے، جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر فتح حاصل ہوئی اور حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک جن جن رسولوں نے بھی ہجرت کی ان کی قومیں ہلاک کردی گئیں۔ اللہ کی سنت تو یہ ہے۔ اس کے برعکس یہ کہنا کہ مسیح وہاں سے جان بچا کر بھاگ کر آگئے اور یہاں گمنامی میں ان کی موت واقع ہوگئی سراسر غلط ہے۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ اللہ کے کسی رسول کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع سماوی کی طرح ان کی دوبارہ آمد کے بھی منکر ہیں۔ اس ضمن میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل میں تو مثیلِ مسیح کو دنیا میں آنا تھا اور وہ آگیا، مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں۔ تو اگر تمہارے قول کے مطابق مسیح دجال اور انٹی کرائسٹ بنتا ہے تو وہ مرزا قادیانی آنجہانی بنتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ عیسائیوں کو کسی صورت میں قادیانیوں کے ہتھکنڈوں میں نہیں آنا چاہئے۔ مجھے اقبال کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

شیاطین ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

یعنی شکار خود یہ چاہے کہ مجھے شکار کرلیا جائے۔ دراصل اس دیسی یہودیت یا ہندی یہودیت کو ملک خداداد پاکستان سے اس لئے بغض وعداوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ پاکستان کو توفیق عطا فرمائی کہ اس نے علماء کے اجماع (Consensus) کے ساتھ، قانون اور دستور کے تمام تقاضے پورے کرکے دستوری طور پر ان کی تکفیر کی اور ایسا نہیں ہوا کہ ان کی بات نہ سنی گئی ہو۔ مرزا ناصر احمد کو قومی اسمبلی میں بلا کر پورا موقع دیا گیا کہ وہ اپنے مؤقف کا پوری طرح دفاع کرے۔ اس نے برملا کہا کہ ''ہم مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔'' اس کے بعد پوری اسمبلی نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر یہ اس مؤقف پر قائم ہیں تو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا وہ ہم سے اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں اور اس کے لئے یہاں کے مسیحیوں کو اپنا آلہ کار بنانا چاہتے ہیں۔ اب ہمارے یہاں کے عیسائی بھائیوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ کس کے خلاف کس کے آلہ کار بن رہے ہیں؟ ہم تو خود منتظر ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اور وہ حضرت مسیح علیہ السلام ابن مریم ہوں گے، کوئی مثیل مسیح نہیں۔ قادیانیت کے اسی شوشے کی علامہ اقبال نے ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' نامی نظم میں اس طرح تعبیر کی ہے۔

آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات؟

یہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ فرزندِ مریم کی صفات کا حامل مجدد غلام احمد آگیا ہے، بس اب کسی اور مسیح کو نہیں آنا

(باقی صفحہ 8 پر)

گھریلو عورت اور معاشرہ

مظہر علی ادیب

عورت کو گھر کی چار دیواری میں مقید کر کے معاشرہ انسانی ترقی نہیں کر سکتا' اب وقت آ گیا ہے کہ عورت ملک و ملت کے لئے مردوں کے شانہ بشانہ عملی جدوجہد میں حصہ لے۔ عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیے ہیں' ایک پہیے کو ناکارہ کر کے گاڑی نہیں چل سکتی۔ خاتون خانہ سوسائٹی کا عضو معطل ہے۔

یہ چند ایسے جملے ہیں جو آج کل نہایت اہتمام اور کثرت کے ساتھ اخبارات و رسائل کی زینت بنتے ہیں۔ یہ تمام جملے اور ان کا سارا بنیادی فلسفہ قطعی طور پر متعلقہ افراد کی حد سے بڑھی ہوئی مغرب پسندی' شعائر اسلام سے عدم واقفیت اور حقیقت سے جان بوجھ کر چشم پوشی یا پھر اس مسئلہ پر ہمہ گیر انداز میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے فقدان کا نتیجہ ہے' یا پھر جان بوجھ کر عیاشی کی فضا بنانے کا کوئی منصوبہ' ورنہ یہ ایک واضح اور یقینی حقیقت ہے کہ ایک گھریلو اور سگھڑ عورت بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے والی خاتون کے مقابلہ میں کہیں زیادہ معاشرہ کا فعال' سرگرم اور مفید رکن ہے اور ''زندگی کی گاڑی'' کا نسبتاً زیادہ مفید اور مصروف عمل ''پہیہ'' ہے۔

معاشرہ افراد سے عبارت ہے۔ معاشرہ کی فلاح و کامرانی اور اچھائی برائی افراد کے اچھے اور برے ہونے پر منحصر ہے۔ اعلیٰ سیرت اور کردار کے حامل افراد معاشرے کی ترقی کا سبب بنتے ہیں' جبکہ انہیں خصوصیات سے عاری افراد معاشرہ کے زوال کی وجہ بنتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر شریف النفس' غیرت مند' مسیح کوش' انسان دوست' خدا پرست اور ہمدرد و غمگسار افرادِ انسانی ہی معاشرہ کو جنت بناتے ہیں اور اس کے برعکس شریر طبیعت' شر پسند' بے غیرت' جھگڑالو' انسان دشمن' دین فروش اور ظالم و بے مروت قسم کے لوگ انسانی معاشرہ کو جہنم کے گہرے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ انسانی سیرت و کردار کی اس عظیم اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا اس خاتونِ خانہ کا تصور کیجئے' جو گھر کو اپنی مصروفیات کا محور بنائے ہوئے دن رات معاشرہ کی فلاح و بہبود کی خاطر اعلیٰ سیرت و کردار کے افراد مہیا کرنے کی کوشش میں منہمک رہتی ہے۔ بچوں کو پوری ماما دے کر اور ان کی نوع بہ نوع جسمانی اور ذہنی ضروریات کی تکمیل کر کے ان کی آئندہ شخصیت کی صحت مند بنیاد رکھتی ہے' زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہے اور اپنی ذاتی مثال کے ذریعہ نونہالوں میں صبر و تحمل' ایثار و قربانی' خلوص و محبت اور دوسروں کے لئے جینے کا جذبہ پیدا کرتی ہے کیا ایسی عورت کو ملک و ملت کی ترقی میں عملی طور پر شریک نہ سمجھنا کھلی ہوئی احسان فراموشی نہیں ہے؟

سیاسی اور اجتماعی نظام میں خاندان ایک بنیادی یونٹ اور مرکزی نقطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان ہی سے معاشرہ اور معاشرہ سے ریاست وجود میں آتی ہے۔ خاندان کی مضبوطی اور استحکام سے معاشرہ اور ریاست کو قوت ملتی ہے۔ اگر خاندان کا شیرازہ بکھر جائے یا اس کی مضبوطی و استحکام میں کمزوری آ جائے تو ناگزیر طور پر معاشرہ کی بھی بنیادیں ہل جائیں گی اور ریاست کا نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا۔ خاندان کی اس بنیادی اور عظیم اہمیت کے پیش نظر انسانی معاشرت میں ''خاندان'' کی مضبوطی کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور اس کے استحکام کا حد درجہ خیال رکھا جاتا ہے' اور یہاں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ خاندان کی ساری شیرازہ بندی' اس کا سارا استحکام' اس کی حقیقی مضبوطی عورت ہی کے دم قدم سے قائم اور دائم ہے۔ ظاہر ہے عورت بھی وہ جو خاندان کے مرکز یعنی گھر کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے مصروف عمل رہتی ہے اس لئے کہ ایک ملازم پیشہ یا فکرِ معاش میں پوری طرح گھری ہوئی خاتون اپنا سارا قیمتی وقت اور اپنی حقیقی توجہ دفتر کی نذر کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ دفتر کی فائلوں کے اوراق پلٹنے والی ایک خاتون' ہوٹلوں اور ہوائی سروسوں میں مہمان نوازی کے فرائض ادا کرنے والی عورت یا دکانوں پر گاہکوں کو مال پیش کرنے والی سیل گرل کا خاندان کی شیرازہ بندی' اس کی مضبوطی اور استحکام سے کیا واسطہ؟

ان بنیادی حقائق کو پیش نظر رکھ کر سوچئے کہ کیا ایسی صورت میں گھریلو عورت کو معاشرہ کا بیکار حصہ قرار دینا سراسر زیادتی نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی خاتونِ خانہ کے بغیر اچھے خاندان اور معاشرہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

تازہ ہوا اور صاف ستھرے پانی کے بعد صحیح متوازن اور صالح خوراک انسانی صحت کے لئے ضروری ہے۔ اب یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ہوٹلوں اور ریستورانوں میں جو خوراک تیار کی جاتی ہے وہ عموماً ناقص اور غیر معیاری ہوتی ہے' یہی وجہ ہے کہ جو حضرات اور خواتین گھر کی بجائے نعمت کدوں کے پکے ہوئے کھانے کھاتے ہیں نسبتاً زیادہ مریض دکھائی دیتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریاں بھی اُنہیں بہت جلد گھیر لیتی ہیں۔ ماہرین طب کا کہنا ہے کہ خوراک جلد ہضم ہونے اور ان کے جزو بدن بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی روز مرہ کی خوراک کو پورے سکون' اطمینان کی فضا اور صحت مند ماحول میں کھائے۔ ماہرینِ نفسیات بھی اس امر کی یوں کہہ کر توثیق کرتے ہیں کہ فکر' غم' غصہ' بادی' جھنجھلاہٹ اور دوسری ذہنی پریشانیاں انسان کے عمل ہضم پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں اور فرحت و انبساط کے جذبات' بے فکری' آسودہ خاطری اور قلبی آرام و سکون اچھا اثر ڈالتے ہیں۔ ہوٹل جہاں سب اجنبی ہوتے ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی خونی لگاؤ یا قربت و یگانگت نہیں ہوتی' ہرگز اس قسم کی ضروری فضا مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ایک خانہ دار خاتون البتہ ضرور کھانا بھی حتی الوسع صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ تیار کرے گی اور اپنے شوہر اور والدین یا بچوں وغیرہ کو حقیقی محبت' الفت اور دلبستگی کے نیک جذبات کے ساتھ پیش کرے گی' وہ اپنی ماما' وفاداری' اطاعت گزاری اور فطری احساسات کے اظہار کے ذریعہ گھر کی ساری فضا کو ماحول کے مطابق سازگار بنا دے گی اور اس طرح طب اور نفسیات کے مذکورہ تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں۔

الغرض ایک خانہ دار خاتون انسانی صحت کی برقراری اور عام جسمانی نشوونما کے سلسلے میں بہت اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسے معاشرہ کا ایک غیر فعال رکن قرار دینا صریح زیادتی ہے۔

جدید طبی تحقیق کے مطابق اگر کوئی شیر خوار بچہ بیمار پڑ جائے تو اس کی والدہ کو اس کے پاس ہی رہنا چاہئے یہاں تک کہ اگر بچہ کسی شفاخانہ میں داخل ہو تو اس صورت میں بھی اس کی والدہ کو اس کے ساتھ ہی رہنا ضروری ہے۔ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بچے جو اپنی بیماری کی حالت میں اپنی ماؤں کی آغوش میں رہتے ہیں بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ اور جو بچے ماں سے دور رہ کر اپنا علاج معالجہ کراتے ہیں وہ زیادہ دیر میں صحت یاب ہوتے ہیں' اور بسا اوقات تو ان کی صحت یابی کا سارا عمل ہی مخدوش

ہوکر رہ جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ایک گھریلو عورت معاشرہ کے ان ننھے منے افراد کی بیماری کی صورت میں ان کے مکمل صحت یابی میں زبردست طور پر معاون ثابت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک گھریلو عورت باپ' بھائی' شوہر یا دوسرے اعزہ و اقارب کی تیمارداری کر کے ان کے عمل صحت یابی کی رفتار کو تیز تر کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ملازم پیشہ خاتون اپنی غیر موجودگی میں خاندان کے اُن افراد کی تیمارداری اور دوسری دیکھ بھال کے لئے کسی خادم یا خادمہ کا انتظام بھی کر سکتی ہے۔ مگر اس بات کو ایک معمولی سمجھ بوجھ والا شخص بھی تسلیم کرے گا کہ یہ خدام اپنے دل میں ایک بہن' بہو' بیٹی یا بیوی اور ماں کے سے جذبات اور احساسات کسی صورت پیدا نہیں کر سکتے' لہٰذا ان کی تیمارداری بے روح اور ان کی دیکھ بھال بے جان اور محض رسمی ہوگی اور اس طرح مریض نفسیاتی طور پر ان سے کوئی آرام و سکون حاصل نہ کر سکے گا۔

کسب رزق شاید انسانی زندگی کا سب سے زیادہ تھکا دینا والا کام ہے۔ غالباً انسان کے بچپن کا زمانہ صرف اسی وجہ سے قابل رشک اور حد درجہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے' اور بار بار یاد کیا جاتا ہے کہ انسان اس منزل میں فکر معاش کے چکر سے آزاد ہوتا ہے۔ مرد جب سات آٹھ گھنٹے کی مسلسل جسمانی یا ذہنی کاوش کے بعد اپنے معاشی کام کاج سے فارغ ہوکر واپس گھر لوٹتا ہے تو فطری طور پر کسی محبت کرنے والی ہستی کے انتظار' اس کی مسکراہٹ اور ''خوش آمدید'' کا خواہاں ہوتا ہے اور یقیناً یہی وہ جذبات اور احساسات ہوتے ہیں جو اس کی ساری معاشی جدوجہد سے پیدا ہونے والی تھکاوٹ' گرانی اور اضمحلال کو فرحت' انبساط اور تازگی میں بدل دیتے ہیں۔ یہ بیٹی' بہن اور بیوی کی خندہ روئی اور پاکیزہ محبت کا اظہار ہی ہوتا ہے جو کمانے والے باپ' بھائی اور شوہر کا ذہنی بوجھ ہلکا کر دیتے ہیں' اور یہ افراد تازہ دم ہوکر اگلے روز صبح پھر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ یورپی ممالک میں خاندان کا شیرازہ بکھر جانے کا سبب اور عورت کی بیرون خانہ مصروفیات کی وجہ سے مرد اور عورت دونوں مختلف قسم کی شدید نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں۔ دردِ سر' دماغی ہیجان اعصابی کوفت اور تھکاوٹ کا مسلسل احساس اور بے خوابی وغیرہ وہاں کے عام نفسیاتی امراض ہیں اس کے برخلاف انصاف اور حقیقت پسندی کی نظر سے دیکھئے تو ایک بار پابند خانہ خاتون معاشرہ کو ان تمام امراض سے پاک وصاف رکھنے میں ایک نہایت ہی اہم اور قابل قدر خدمت سرانجام دیتی ہے۔

معاشرہ انسانی میں آج جتنی بھی جنسی بے راہ روی اور صنفی انتشار پایا جاتا ہے اس کی اصل وجہ مرد و زن کا آزادانہ ملاپ ہے۔

معاشرہ کی پردہ دار اور خانہ دار خاتون گھر کی چاردیواری کے اندر مصروف کار رہ کر اور اس طرح مرد و زن کے آزادانہ میل جول کے کم مواقع کو کم سے کم کر کے اپنے معاشرہ کو پاک وصاف رکھنے کی قدرتی خدمت انجام دیتی ہے' وہ اپنی ستر پوشی' حیا و شرم کے باعث سوسائٹی میں عصمت' عفت اور نسوانی وقار کی قدر و قیمت باقی رکھتی ہے مردوں کی نظروں کی پاکیزگی اور ان کے دلوں کی طہارت' انہیں خانہ دار خواتین کی مرہون منت ہے۔ ایک خانہ دار خاتون' سماجی بیرون خانہ مصروفیات سے دور رہ کر اور غیر نمائشی ٹھوس جدوجہد میں مصروف رہ کر معاشرہ کو جنسی بے راہ روی اور دوسری قسم کی اخلاقی گراوٹوں سے پاک و صاف رکھتی ہوں' میں سمجھتا ہوں ایسی عورت معاشرہ کے لئے رحمت کا فرشتہ ہے اور معاشرہ اس پر جس قدر بھی فخر کرے' کم ہے' اس فرشتۂ رحمت کو عضو معطل قرار دینا اور اپنے فکری دیوالئے پن کا ثبوت دینا ہے۔

جیسے ہم کسی شخص کے جسم کے ایک حصے کی ''ترقی'' (صحت مندی) کو اس کی ''جسمانی ترقی'' قرار نہیں دے سکتے ٹھیک اسی طرح معاشرۂ انسانی کی ترقی اُس وقت تک صحیح معنوں میں ''ترقی'' کہلانے کی مستحق نہیں ہے جب تک کہ اس کے تمام گوشے مجموعی طور پر ترقی نہ کریں۔ گھر جیسا کہ گزشتہ صفحات میں میں نے ثابت کیا ہے کہ معاشرہ کا اہم ترین شعبہ ہے۔ اس شعبے کی ترقی اتنی ہی ضروری اور ناگزیر ہے جتنی کہ معاشرہ کے کسی دوسرے شعبے کی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس شعبہ کی ترقی معاشرہ کے باقی تمام شعبوں کی مجموعی ترقی پر حاوی ہے اور اپنی پوری طاقت و گہرائی کے ساتھ ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اب کون نہیں جانتا کہ معاشرہ کے اس شعبہ کی انچارج منتظم یا نگران صرف ایک گھریلو یا پابند خانہ عورت ہی ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ یہی وہ عورت ہے جو معاشرہ کی مجموعی ترقی کا باعث بنتی ہے اور اس گوشت کا حسن و نکھار باقی تمام دوسرے گوشوں کو حسن اور نکھار بخشتا ہے معاشرہ میں اس خاتون کی کسی مشین کے ایک ایسے پرزے کی سی اہمیت ہے جس کے علیحدہ ہو جانے یا جگہ سے بے جگہ ہو جانے سے ساری مشین ہی بے کار اور ناکارہ بن کر رہ جاتی ہے۔

ضیاء خان ضیاء

مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے

افرنگ والو ہم کو تم سے گلہ نہیں ہے
ہم ہو چکے منافق ہم میں وفا نہیں ہے
اسلاف کی روایت ہم میں کوئی نہیں ہے
وہ پیکر اخوت ہم میں کوئی نہیں ہے
سینوں میں نفرتیں ہیں وحشی جبلتیں ہیں
اب سچ کہیں تو بے شک خونخوار خصلتیں ہیں
انصاف مر چکا ہے ایمان بک رہا ہے
سوئے فنائے منزل یوں قافلا چلا ہے
خود ہی بتائے کوئی جب ایسا مرحلہ ہو
کیسے نہ دشمنوں کو بڑھنے کا حوصلہ ہو
وہ کفر میں ہیں راسخ ہم دیں میں کھوکھلے ہیں
ہم اس لئے جہاں میں عبرت بنے ہوئے ہیں
جو خون بہہ رہا ہے مدت سے مسلموں کا
کمسن مجاہدوں کا الھتی جوانیوں کا
آنکھوں میں ان کے لاشے ضو دے رہے ہیں اب تک
اک شمع آرزو کو لو دے رہے ہیں اب تک
قائم وقار بستی خون شہید سے ہے
مردانگی کی بستی خون شہید سے ہے
لیکن مرے رفیقو میں تو یہی کہوں گا
وہ حبس ہے کہ لب پر حرف نوا نہیں ہے
افرنگ والو سن لو تم سے گلہ نہیں ہے

تذکر کی حد تک ہر مسلمان پر قرآن کا سمجھنا فرض ہے

مولانا قاری خالد امین

ہمیں ایک خوشگوار حیرت ہوئی تھی جب ہمارے علم میں یہ بات آئی کہ سابق خطیب شاہ فیصل مسجد گلشن اقبال بلاک 6 مولانا قاری خالد امین صاحب رمضان المبارک سے قبل یاسین آباد میں زیر تعمیر قرآن اکیڈمی میں تشریف لائے اور یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ ہمارے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں میں نماز تراویح پڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہمارے رفیق نثار شفیق صاحب جو ان دنوں حلقہ بہاولنگر سے منسلک ہیں' کے ذریعہ جو گلشن اقبال بلاک 6 میں مقیم تھے، تنظیم سے متعارف ہوئے تھے۔ مولانا موصوف نے تنظیم اسلامی کراچی شمالی کے زیر اہتمام کوکل پوائنٹ شادی ہال، بزدنجی حسن میں امسال دورۂ ترجمہ قرآن میں نماز تراویح میں نمازیوں کو اپنی خوبصورت لحن میں تلاوت کی سماعت کا موقع فراہم فرمایا۔ اس مقام پر الحمدللہ گزشتہ چار سال سے دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہو رہا ہے۔ پہلے سال انجینئر نوید احمد صاحب نے ترجمہ کی سعادت حاصل کی، اگلے سال تنظیم اسلامی وسطی میں پروگرام کی بناء پر یہاں ناغہ رہا۔ تیسرے سال یہ سعادت فرلیس احمد مسعود صاحب نے، چوتھے سال اعجاز لطیف صاحب نے اور اس بار فرلیس احمد مسعود صاحب دوبارہ یہ سعادت حاصل کر رہے تھے۔ راقم کو اللہ تعالیٰ نے اس پروگرام میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی۔ دوران پروگرام مولانا موصوف سے کئی بار گفتگو کا موقع حاصل ہوا۔ دوران گفتگو یہ محسوس ہوا کہ ماشاءاللہ وہ وسیع القلبی کے حامل عالم دین ہیں۔ اس بات سے راقم کو حوصلہ ملا اور ان سے ایک انٹرویو کی درخواست کر ڈالی جو انہوں نے ازراہ کرم منظور فرمالی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ راقم کو کسی کا انٹرویو کرنے کا کوئی تجربہ نہیں۔ کافی سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ایک سوالنامہ مرتب کیا جائے۔ انٹرویو کے لئے ایک ٹیپ ریکارڈ کا انتظام کیا جائے۔ راقم نے سوالنامہ مرتب کیا اور انٹرویو کے لئے خصوصی طور پر ناظم پروگرام شعیب عبدالقادر صاحب نے ایک ٹیپ ریکارڈر خرید لیا۔ 4 دسمبر کو یہ انٹرویو مولانا موصوف کے دولت کدہ پر لیا گیا۔ جو باتیں ہوئیں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں:۔

س: محترم حافظ خالد امین صاحب! تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام نوبل پوائنٹ میرج ہال، نارتھ ناظم آباد میں دورۂ ترجمہ قرآن کے ساتھ نماز تراویح کے شرکاء کو آپ کی خوش الحان تلاوت کی سماعت کا شرف حاصل ہوا۔ مزید برآں آپ نے ہماری درخواست پر اس انٹرویو پر رضامندی ظاہر فرمائی۔ ہم آپ کے انتہائی مشکور ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعاون علی البر کا بھرپور اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ سب سے پہلے ہم چاہیں گے کہ آپ کا تفصیلی تعارف ہمیں حاصل ہو۔

ج: ہم پانی پت کے رہنے والے ہیں۔ 1947ء سے چنیوٹ میں آباد ہیں۔ آرائیں برادری سے تعلق ہے۔ ملک کے مشہور دارالعلوم خیر المدارس، ملتان سے کسب علم کیا۔ پہلے قرآن حفظ کیا بعد ازاں قراءت العشرہ کی تکمیل کی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ قراءت العشرہ ایک ایسا مقدس فن ہے جس کے جاننے والے کم ہیں۔ اسکے بعد میں نے درس نظامی کی تکمیل کی۔ کراچی میں 1984ء میں آنا ہوا۔ نیوٹاؤن سے تخصص فی الفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس وقت ہمارے استاد مفتی ولی حسن ٹونکی' مفتی اعظم پاکستان تھے۔ مجھے یہاں کچھ ایسے افراد کا تعارف حاصل ہوا کہ جو میری کراچی میں مستقل قیام کا باعث بن گیا۔ میں جامع مسجد شاہ فیصل میں تیرہ سال خطیب رہا اور ساڑھے نو سال کے عرصہ میں درس قرآن کی تکمیل کی جس کے اختتامی تقریب میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب سمیت ملک کے معروف علماء شریک ہوئے۔ الحمدللہ مجھے پانچ ہزار گز کا ایک پلاٹ مین سپر ہائی وے پر سہراب گوٹھ کے قریب مل گیا ہے۔

میرے ذہن میں تھا کہ اس کا نام قرآن اکیڈمی رکھوں گا لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ انجمن خدام القرآن کے تحت قرآن اکیڈمیاں قائم ہیں۔ یہ بات تو پہلے ہی میرے ذہن میں تھی کہ کوئی درسگاہ قائم کی جائے لیکن دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کے بعد تو میرا ارادہ پختہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ میرے ارادے کی تکمیل کے لئے راہ ہموار فرمائے۔ آمین!

س: ہمیں یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ ماہ رمضان المبارک کے دوران ہمارے دورۂ ترجمہ قرآن میں شریک رہے۔ ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ آپ اس پروگرام کے حسن و قبح پر اظہار خیال فرمائیں۔ بلکہ ہم چاہیں گے کہ پہلے قبح بیان فرمائیں۔

ج: ماشاءاللہ بہت ہی عمدہ پروگرام تھا۔ کوئی ایسی بڑی کوتاہی تو نہیں تھی البتہ جب آپ نے پوچھا ہے تو یہ عرض کروں گا کہ جہاں خیر کی بات ہوتی ہے وہاں کچھ نہ کچھ شر کے پہلو کا امکان بھی ہوتا ہے۔ تو میں دو باتوں کا ذکر کروں گا۔ پروگرام کا اوسطاً دورانیہ تقریباً پانچ گھنٹے روزانہ رہا ہے۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس پروگرام کو رات بارہ بجے ختم کر دیا جائے۔ رات ایک بجے پروگرام کے اختتام پر جب لوگ گھروں کو جاتے ہیں تو ان پر سحری کے لئے اٹھنے، صبح وقت پر دفتر پہنچنے کے حوالے سے فطری طور پر نفسیاتی دباؤ ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ فرقہ واریت پر آپ کا نقطہ نظر کافی واضح اور قابل تعریف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ واریت نے ملک و ملت کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔ البتہ فقہی اختلاف کے حوالے سے جو باتیں کی گئیں اس سے ایک عمومی تاثر یہ ابھرتا ہے کہ چونکہ فقہی اجتہادات تمام کے تمام برحق ہیں لہٰذا لوگوں کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ وہ جس معاملے میں جس فقہ سے چاہیں استفادہ کریں۔ مثلاً آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں احادیث سے ثابت ہیں۔ عام لوگوں میں دین کے بارے میں اتنی صلاحیت تو ہوتی نہیں۔ وہ شائد یہ سمجھے جی چاہے میں آمین بالجہر کر لیا کروں گا۔ جی چاہے آمین بالسر کر لیا کروں گا۔ یا یہ کہ جی چاہے رفع یدین کر لیا کروں گا اور جی چاہے نہ کروں گا۔ یہ چھوٹ درست نہیں۔ اس بات کی وضاحت ہو جانی چاہئے کہ جو حنفی ہیں انہیں چاہئے کہ آمین آہستہ کہا کریں اور رفع یدین نہ کیا کریں۔ البتہ جو آمین بالجہر اور رفع یدین پر عمل پیرا ہیں انہیں برا بھلا نہ کہا کریں۔ وہ بھی صحیح ہیں۔ دیکھئے نا! وضو ہے، غسل ہے۔ یہ تمام معاملات تو میں حنفی فقہ کے مطابق کر رہا ہوں۔ اب آمین بالجہر اور رفع یدین بھی صحیح ہیں۔ دونوں کر لوں تو یہ انتشار کی بات ہے۔ جہاں تک اس حوالے کا تعلق ہے جو فرلیس احمد صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اس تحریر کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ فقہی اختلافات نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ فقہی اختلافات پر اپنی زندگی صرف نہیں کرنا چاہئے۔ اور یقیناً فرلیس احمد مسعود صاحب کا بھی یہی مقصد رہا ہوگا۔ لیکن یہ نہیں تھا حنفی شافعی بن جائیں اور شافعی حنفی بن جائیں۔ یہی تو وہ اختلافات ہیں جس کے بارے میں حضور ﷺ نے اپنی امت کے علماء کے لئے رحمت فرمایا

ہے۔ یہ اختلافات ہیں شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی فقوں کے۔ ہمارے آپ کے اختلافات نہیں۔ یہ تو رحمت ہیں۔

س: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہٗ نے آج سے ربع صدی قبل دعوت رجوع الی القرآن کی جس تحریک کا آغاز فرمایا تھا، دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام اسی تحریک کا حصہ ہے جو گزشتہ دو عشروں سے جاری ہے۔ دراصل یہ شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن دیوبندی کی اس خواہش کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے جس کا اظہار اسیر مالٹا نے قید سے رہائی کے بعد فرمایا تھا اور جس کا ذکر مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع مرحوم کی ''وحدت امت'' کے عنوان پر لکھی گئی ایک تحریر میں موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس قید کے دوران میں نے جب امت کی زبوں حالی پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے دو وجوہ ہو سکتے ہیں۔ اول امت مسلمہ کی قرآن سے دوری ثانیاً آپس کی تفرقہ بازی۔ اس کا علاج شیخ الہند نے یہ تجویز فرمایا تھا کہ لوگوں کو قرآن کی طرف بلانے کے لئے عوامی دروس قرآن کی محفلیں برپا کی جائیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ علماء کے حلقے کی جانب سے دروس قرآن اور دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی حوصلہ افزائی کی جاتی لیکن بدقسمتی سے معاملہ اس کے برعکس رہا ہے۔ شائد اس کی وجہ یہ ہے کہ ناقد علماء نے ہمارے پروگراموں کا قریب سے مشاہدہ نہیں کیا۔ اب جبکہ آپ نے ہمارے پروگرام میں عملی طور پر شرکت فرمائی ہے اور بنفس نفیس پورے پروگرام کا مشاہدہ فرمایا ہے تو کیا آپ کے خیال میں آپ کو کوئی ایسی بات نظر آئی جس کی بناء پر اس پر تنقید کی کوئی گنجائش ہو بایں معنیٰ کہ اس سے دین کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو؟

ج: میں نے وہاں آپ کے رفقاء میں بڑا اکرام پایا۔ نبی کریم ﷺ نے تالیف قلوب کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ بعد میں خلفاء راشدین نے اسے متروک قرار دے دیا تھا کیونکہ دین غالب ہو چکا تھا۔ لیکن ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ نئے آنے والوں کو پیار دو۔ ان کو عزت دو۔ الحمد للہ آپ کے رفقاء اکرام کرتے ہیں۔ یہ بات میں نے حالیہ پروگرام کے دوران تاثرات میں بھی کہی تھی۔ قرآن کو ایسا بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ نہیں! اس کو نہ دیکھو۔ دوسری باتوں کی طرف زیادہ متوجہ کیا جاتا ہے۔ ایسے تاثرات ملنے لگے ہیں۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ حالانکہ اس وقت ضرورت ہے قرآن مجید کو سمجھنے کی۔ جیسا کہ میں نے اپنے تاثرات میں عرض کیا تھا۔ تذکر کی حد تک تو ہر مسلمان پر قرآن کا سمجھنا فرض ہے۔ نصیحت وہ تبھی حاصل کر سکے گا جب اس کو پتہ ہو کہ دین کیا ہے۔ کہیں پر قیامت کا ذکر آتا ہے۔ قیامت کی ہولناکیاں اور اس کی سختیوں کا بیان ہوتا ہے۔ جنت کے عجائبات اور انعامات کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ باتیں تو وہ تبھی سمجھے گا جب اس میں سمجھنے کی صلاحیت ہوگی۔ جہنم کی ہولناکیوں کا ذکر آئے گا تو وہ ڈرے گا۔ جنت کے عجائبات و انعامات کے ذکر پر اس میں رغبت پیدا ہوگی۔ لیکن جہاں تک قرآنی علوم کی گہرائیوں تک پہنچنے کا تعلق ہے تو یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ یہ اہل علم ہی کا کام ہے۔ ہر علم کے الگ رجال ہوتے ہیں۔ قرآن کے مسائل کا استخراج ہے، ان کا استنباط ہے تو یہ انہیں کا کام ہے۔ رہی جاگیرداری کی بات تو اس کا کوئی تصور نہیں۔ جاگیرداری علم کی ہے اہل علم کی نہیں۔ آپ کا بیٹا عالم بن جائے۔ میرا بیٹا عالم بن جائے۔ کس نے روکا ہے۔ یہ تاثر غلط دیا جاتا ہے۔ دین تو سب کے لئے ہے۔ قرآن فہمی، عربی گرامر کورسز وغیرہ جو آپ کرواتے ہیں تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ نے تجوید کو بھی اہمیت دی ہے۔ تلفظ کی درست ادائیگی بھی ضروری ہے۔ بڑے بڑے علماء بھی جو اپنے آپ کو شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر لکھتے ہیں وہ بھی تجوید کی بڑی بڑی غلطیاں کرتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے تجوید کو اہمیت دی ہے۔ کیونکہ یہ بھی تو آتا ہے کہ جو شخص قرآن کو غلط پڑھتا ہے، صحیح مخارج سے نہیں پڑھتا، قرآن اس پر لعنت کرتا ہے۔ اصلاح کی گنجائش تو ہر جگہ ہوتی ہے۔ آپ کسی جامعہ میں چلے جائیں، کسی دارالعلوم میں چلے جائیں وہاں بھی۔ باقی دین کو نقصان پہنچانے کی بات ہے تو قرآن کے پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے میں دین کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

س: ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ شادی ہالوں اور کلبوں میں نماز تراویح کا یہ سلسلہ مناسب نہیں۔ حالانکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں بتوں کی موجودگی میں بھی نمازیں پڑھی گئیں اور دین کی دعوت کے لئے نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس عکاظ کے میلے میں تشریف لے جاتے رہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج: شادی ہالوں میں صرف تنظیم اسلامی ہی یہ کام نہیں کر رہی ہے بلکہ سبھی کر رہے ہیں۔ خود مساجد میں بیک وقت علیحدہ علیحدہ تراویح کی نمازیں ہو رہی ہیں۔ مساجد میں، ان کے صحنوں میں، ان کی چھتوں پر ہو رہی ہیں۔ لوگ اپنے گھروں میں پڑھ رہے ہیں۔ اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔ مساجد کی کمی کی وجہ سے بھی یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔ کمیٹی اور امام صاحبان کی اجارہ داری ہوتی ہے۔ تنظیم کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اس کے پاس مساجد کی کمی ہے۔

س: آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ الحمد للہ پورے رمضان المبارک کے دوران لوگوں کا ہمارے پروگرام میں کس قدر رجوع رہا ہے اور از اول تا آخر حاضری میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر ہماری مساجد میں اس قسم کے پروگرام رمضان المبارک کے دوران کئے جائیں اور اگر پورے قرآن کا ترجمہ و تشریح اگر کسی وجہ سے نہ بھی ہو سکے تو کم از کم نماز تراویح کے بعد تلاوت کی گئی آیات کا خلاصہ بھی بیان کرنے کا اہتمام کیا جا سکے تو اس سے عوام میں قرآن کریم کے پیغام کو عام کیا جا سکتا ہے۔ عوام میں بہر حال علماء کا اثر و رسوخ ہم سے زیادہ ہے۔ ہماری خواہش ہوگی کہ علماء اس جانب توجہ فرمائیں۔

ج: بالکل صحیح تجویز ہے۔ تراویح کی نماز کے اختتام پر روزانہ یہ کام ہو سکتا ہے۔ اس دن تلاوت کی جانیوالی آیات میں شامل احکامات اور عنوان پر بات ہو سکتی ہے۔ تراویح کے بعد سہولت یہ ہے نمازیوں میں سے جنہیں دلچسپی ہوگی وہی رکیں گے۔

س: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے مترجمین فقہی باریکیوں میں پڑے بغیر قرآن حکیم کے محض تذکر کے پہلو پر گفتگو کرتے ہیں۔ لہٰذا علماء کی جانب سے یہ اعتراض کس قدر درست ہے کہ مترجمین حضرات کو چودہ یا باون علوم کی تحصیل سے پہلے یہ کام نہیں کرنا چاہئے؟

ج: اس کو بڑے اعتدال سے لینا چاہئے۔ اسے اتنا کھیل بھی نہیں بننا چاہئے کہ کوئی کرکٹ کھیلتے کھیلتے آ کر درس قرآن دینے لگے۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ بڑی عظمت والی ہے۔ کچھ نہ کچھ صلاحیت تو پیدا کرنی ہوگی۔ میں نے آپ کے ہاں ہونے والے کورسز کا لٹریچر دیکھا ہے۔ میرے خیال میں ان کورسز سے گزرنے کے بعد اتنی صلاحیت تو پیدا ہو جانی چاہئے۔ یوسف علیہ السلام کے واقعہ ہی کو لے لیجئے۔ اس کے سمجھنے کے لئے علم کی گہرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے خواب دیکھا۔ ان بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلطنت و امارت سے نوازا۔ اس میں نصیحتیں ہیں کہ کیسی سختی آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا عروج عطا فرمایا۔ اس سے نصیحت پکڑنا لوگوں کے لئے آسان ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا کہ آج کوئی گرفت کا دن نہیں ہے۔ تو میرا ظرف بھی ایسا ہونا چاہئے۔ علمی نکات ان میں بھی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ختم نہ ہونے والے خزانے ہیں۔ اس کے لئے علم کی گہرائی کی ضرورت ہے۔

س: آپ نے نمازوں کے دوران ترجمہ قرآن کی ترتیب ملاحظہ فرمایا۔ ہر چار رکعت میں پڑھی جانے والی آیات کا پہلے ترجمہ بیان کیا جاتا ہے اور اس کے بعد نماز پڑھائی جاتی ہے۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں۔ یا یہ کہ پہلے نماز تراویح مکمل کی جائے اس کے بعد ترجمہ پیش کیا جائے۔

ج: نہیں اس میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ اس سے تنوع پیدا ہوتا ہے۔ اس سے شرکاء کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ ہمارے بزرگوں میں شیخ القراء قاری فتح محمد مرحوم کا

(باقی صفحہ 8 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ماہ رمضان المبارک 1425ء

استقبال رمضان پروگرام:

چونکہ اس سال رمضان المبارک کے متصلاً قبل تنظیم اسلامی پاکستان کا سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوا جس کے تمام تر انتظامات کی ذمہ داری حلقہ لاہور کے رفقاء کے کندھوں پر تھی۔ اس کے علاوہ انہی دنوں میں ملتان اور سیالکوٹ میں بم دھماکے ہوئے جس سے کافی جانی ومالی نقصان ہوا۔ اس وجہ سے حکومت پنجاب نے مذہبی اجتماعات پر پابندی لگادی تھی۔ اس کا اہم مظہر یہ تھا کہ بیت الصدیق تاج باغ میں استقبال رمضان کا ایک اہم پروگرام تھا جس میں بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے خطاب کرنا تھا وہ پروگرام عین وقت پر مقامی پولیس انتظامیہ نے منسوخ کرادیا۔ اس کے باوجود حلقہ لاہور میں استقبال رمضان کے 6 پروگرام ہوئے جس میں 1180 احباب اور 250 خواتین شریک ہوئیں۔ اس سلسلہ کا اہم ترین پروگرام جامع مسجد بنت کعبہ سمن آباد میں ہوا۔ اس مسجد میں بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے خطاب جمعہ ''رمضان' روزہ اور قرآن'' کے موضوع پر ارشاد فرمایا۔ اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کی مسجد میں بھی استقبال رمضان کے حوالے سے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے گفتگو فرمائی۔

دورہ ترجمہ قرآن مع تراویح:

رمضان المبارک میں دورہ ترجمہ قرآن کا منفرد انداز جس کا آغاز بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے 20 سال قبل شروع کیا تھا۔ الحمد للہ اس مرتبہ بھی جاری وساری رہا۔ لاہور میں اس سلسلہ کا مرکزی پروگرام جامع القرآن قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں ہوا۔ جہاں ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ یہاں شرکاء کی تعداد اوسطاً 300 احباب اور 100 خواتین رہی۔ جامع مسجد بنت کعبہ سمن آباد میں حافظ عاطف وحید صاحب نے دورہ ترجمہ قرآن مکمل کروایا۔ یہاں پر اوسط حاضری 80 احباب اور 30 خواتین رہی۔ جبکہ آخری عشرہ میں یہ تعداد دوگنا ہوگئی۔ اس کے علاوہ فتح محمد قریشی صاحب نے جامع مسجد والٹن کینٹ اور قرآن آڈیٹوریم میں جناب علاؤالدین خان صاحب نے یہ ذمہ داری ادا کی۔ قرآن آڈیٹوریم میں ہونے والے اس پروگرام میں ہوسٹل میں مقیم طلباء نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

اس مرتبہ جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں ہونے والے دورہ ترجمہ قرآن کو لاہور کی ایک معروف کیبل کمپنی NBC نے اپنے چینل ''کیمیا الایمان'' پر Live ٹیلی کاسٹ کیا۔ یہ ایک بڑا بریک تھرو تھا۔

دورہ ترجمہ قرآن بعد نماز تراویح:

حلقہ لاہور میں تراویح کے بعد دورہ ترجمہ قرآن کے 5 پروگرام ہوئے۔ مسجد نور مصطفیٰ آباد میں اقبال حسین صاحب' طوبیٰ گرلز کالج ٹاؤن شپ میں حافظ عبداللہ محمود صاحب اور دفتر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی فردوس مارکیٹ گلبرگ میں خالد محمود صاحب نے مکمل دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کی جبکہ جامع مسجد نور الصدیق شاہدرہ میں نعیم اختر عدنان صاحب اور بیت الصدیق تاج باغ میں جناب شاہد اسلم صاحب نے یہ ذمہ داری ادا کی لیکن ان دونوں جگہوں پر موجودہ ترجمہ قرآن مکمل نہ ہوسکا۔

خلاصہ مضامین قرآنی کے مختصر پروگرام

حلقہ لاہور میں خلاصہ مضامین قرآنی کے ایک گھنٹہ دورانیہ پر مشتمل 6 پروگرام ہوئے۔ ان میں سے 3 پروگرام ایسے تھے جس میں بانی تنظیم کے ویڈیو سی ڈیز دکھائے گئے جب کہ 3 پروگراموں میں رفیق تنظیم نثار احمد خان' امجد محمود اور عبدالرزاق صاحب کے ساتھ خطیب مسجد قاری منیر احمد صاحب نے یہ سعادت حاصل کی۔ ان 6 پروگراموں میں سے 5 پروگرام لاہور وسطی میں منعقد ہوئے۔ جہاں شرکاء کی اوسط حاضری 50 رہی۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تشہیر

حلقہ لاہور میں استقبال رمضان' دورہ ترجمہ قرآن اور رمضان المبارک کے دوران خطبہ جمعہ کے پروگراموں کی تشہیر کے لئے مختلف علاقوں میں خصوصاً سمن آباد اور مصطفیٰ آباد میں 40 بینرز اور 64 پول ہینگرز لگائے گئے جبکہ 15000 ہینڈبل تقسیم کئے گئے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے دوران

☆ جامع مسجد اہل حدیث وسن پورہ میں عبدالرزاق صاحب نے قرآن کی دعوت کے موضوع پر گفتگو کی۔

☆ جامع مسجد بنت کعبہ میں آخری عشرہ کے دوران نماز ظہر کے بعد حقیقت دین کے موضوع پر خطبات ہوئے۔ ان خطبات میں دین کے مختلف تقاضوں کے حوالے سے غازی وقاص' عاصم نذیر بخاری' عمیر افضال اور عابد محمود صاحب نے گفتگو فرمائی۔

☆ جامع مسجد بدرالاسلام سبزہ زار بی بلاک میں آخری عشرہ کے دوران حقیقت دین کے حوالے سے مذکورہ بالا اصحاب نے گفتگو فرمائی۔ ان پروگراموں میں 65 احباب نے شرکت کی۔

رمضان المبارک کے دوران خصوصی پروگرام

☆ ٹاؤن شپ میں بانی تنظیم کے دورہ ترجمہ قرآن (یعنی بیان القرآن) کی 200 سی ڈیز دعوت وتبلیغ کے ضمن میں رفقاء نے اپنے احباب میں تقسیم کیں۔

☆ بریگیڈیئر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب جامع مسجد عسکری ہاؤسنگ سکیم نشاط کالونی میں نماز فجر کے بعد روزانہ تراویح میں پڑھی جانے والی منزل کا خلاصہ مضامین اور چند آیات قرآنی کے حوالے سے تذکیر بالقرآن کرتے رہے۔ احباب کی حاضری 20 تا 30 رہی۔

☆ گریژن ڈگری کالج کے طلبہ اور اساتذہ سے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے روزہ اور ہماری معاشرتی ذمہ داریوں کے حوالے سے خطاب فرمایا۔

☆ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے شیخوپورہ میں نماز عید پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

☆ گڑھی شاہو میں ایک رفیق کی خصوصی محنت سے لوکل کیبل نیٹ ورک پر دورہ ترجمہ قرآن کی سی ڈیز دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔

ختم قرآن/تکمیل دورہ ترجمہ قرآن کی تقاریب

1 مصری شاہ میں ایک مسجد میں 26 ویں شب ختم قرآن کے موقع پر عبدالرزاق صاحب نے خطاب کیا۔

2۔ اندرون شہر میں 29 ویں شب ختم قرآن کی محفل ہوئی رفیق تنظیم امجد محمود صاحب نے فرد کی نجات کے حوالہ سے گفتگو کی۔ احباب کی تعداد 25 رہی۔

3 راوی روڈ پر رفیق تنظیم کے گھر ختم قرآن کی محفل میں گفتگو ہوئی۔ نقیب اسرہ قرآن کالج علاؤالدین صاحب نے خصوصی گفتگو فرمائی۔ احباب کی تعداد 50 رہی۔

4 بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے 27 ویں شب کو جامع مسجد بنت کعبہ میں ختم قرآن کے موقع پر مکی اور مدنی سورتوں کے موازنہ کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا۔ اس میں 175 رفقاء واحباب اور 80 خواتین نے شرکت کی۔

5 امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے جامع مسجد بدرالاسلام سبزہ زار بی بلاک میں ختم قرآن کے موقع پر 27 ویں شب کو مسلمانوں کے لئے قرآن کے پیغام پر خصوصی خطاب فرمایا۔ اس میں 100 کے قریب احباب شریک ہوئے۔

6 طوبیٰ گرلز کالج ٹاؤن شپ میں 23 ویں شب ختم قرآن کی محفل ہوئی جس میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے خطاب فرمایا۔ اس تقریب میں 150 احباب اور 50 خواتین نے شرکت کی۔

7 جامع مسجد بلال لاریکس کالونی میں ختم قرآن کی محفل سے ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ احباب کی تعداد 35 رہی۔

8 قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں ختم قرآن کی محفل سے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد نے شرکاء سے خصوصی خطاب فرمایا۔

9 جامع مسجد انجمن خدام القرآن والٹن روڈ اور دفتر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی سلطانہ آرکیڈ فردوس مارکیٹ گلبرگ میں ہونے والی ختم قرآن کی محفلوں میں مستقل شرکاء کو تنظیمی لٹریچر کے اعلیٰ ایڈیشن اور بیان القرآن کی سی ڈیز تحفہ میں دی گئیں۔

انفرادی واجتماعی افطاریاں

اس رمضان المبارک کے دوران اجتماعی طور پر 15 اجتماعی افطاریاں منعقد ہوئیں۔ ان میں

700 سے زائد احباب اور خواتین نے شرکت کی۔

کتابچوں کی تقسیم

☆ رمضان المبارک کے دوران حلقہ لاہور کی تنظیم اور منفرد اسرہ جات نے 4000 سیٹ احباب میں تقسیم کیے۔ کتابچوں میں روزہ' رمضان اور دعا' رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب' تنظیم اسلامی ایک اجمالی تعارف اور قرآن ایک عظیم نعمت شامل تھے۔

خواتین کے پروگرام

استقبال رمضان

☆ بیت الہدیٰ تاج باغ میں استقبال رمضان کا ایک پروگرام برائے خواتین منعقد ہوا جس میں 100 خواتین نے شرکت کی۔

ترجمہ قرآن

☆ شالی نمبر 2 میں بیت الہدیٰ تاج باغ میں صبح کے اوقات میں ترجمہ قرآن کا پروگرام ہوا جس میں خواتین کی تعداد 100 رہی۔

منفرد اسرہ قرآن کالج کے نقیب علاؤالدین خان صاحب کی دعوتی سرگرمیاں

نقیب اسرہ قرآن کالج علاؤالدین خان صاحب نے قرآن آڈیٹوریم میں ترجمہ قرآن بمع تراویح کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دوران رمضان المبارک 8 اجتماعی افطاریوں میں درسِ قرآن دیا۔ اس میں تقریباً 250 احباب نے شرکت کی۔

منفرد اسرہ ساہیوال کے نقیب عبداللہ سلیم صاحب کی دعوتی سرگرمیاں

☆ اوکاڑہ میں استقبال رمضان کے حوالے سے پروگرام ہوا۔ حکومتی پابندی کے باعث یہ پروگرام فوڈ ویلی ریسٹورنٹ کے ہال کی بجائے ریسٹورنٹ کے مالک کے گھر پر پروگرام ہوا۔ اس میں 100 احباب اور اس سے زیادہ خواتین نے شرکت کی۔ اس محفل میں مجلس عمل اوکاڑہ کے صدر جناب ڈاکٹر لیاقت علی کوثر صاحب بھی شریک تھے۔ نقیب اسرہ عبداللہ سلیم صاحب نے گفتگو کی۔

☆ جناب میاں محمد یونس صاحب چیئرمین یوسف ٹیبریز کی رہائش گاہ پر خصوصی اجتماع ہوا۔ اس میں عبداللہ سلیم صاحب نے استغفار کے موضوع پر گفتگو کی۔ 200 کے قریب مرد و خواتین نے شرکت کی۔

☆ شعبہ صحافت سے منسلک سید مطہر اق محاسن شاہ صاحب کی رہائش گاہ پر رمضان المبارک میں ہفتہ وار چار درس قرآن ہوئے۔

☆ جناب شیخ عبدالغفار صاحب (Hall's گولیوں والے) کی رہائش گاہ پر درسِ قرآن کا خصوصی پروگرام ہوا۔ 90 سے زائد احباب اور اس سے بھی زائد خواتین نے اس میں شرکت کی۔ معززین شہر اس درس میں شریک تھے۔

☆ عارف والا شہر میں بعد نماز تراویح ایک مسجد میں خطاب ہوا۔ شرکاء کی تعداد 30 تھی۔

☆ عارف والا شہر میں ایک سکول میں بعد نماز عصر گفتگو ہوئی۔ اس پروگرام میں 100 سے زائد احباب شریک تھے اور خواتین کی تعداد 80 کے قریب تھیں۔

☆ 25 رمضان کو ختم قرآن کی محفل میں نقیب اسرہ نے شرکت کی اور گفتگو کی۔ اس محفل میں 25 احباب نے شرکت کی۔ خواتین اس کے علاوہ تھیں۔

☆ 26 رمضان کو ادارہ فہم دین ساہیوال کے صدر جناب ڈاکٹر وسیم شیخ صاحب کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل ہوئی۔ اس میں نقیب اسرہ نے شرکت کی اور خصوصی خطاب کیا۔ 100 کے قریب خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

☆ 27 رمضان المبارک کو میاں محمد یونس صاحب چیئرمین یوسف ٹیبریز کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل ہوئی۔ نقیب اسرہ نے گفتگو کی۔ معززین شہر کافی تعداد میں موجود تھے۔ 100 کے قریب خواتین نے بھی شرکت کی۔

☆ اسی رات جماعت اسلامی ساہیوال کے معروف رکن جناب ڈاکٹر ابرار احمد کی رہائش گاہ پر اسلامی جمعیت طالبات کی شب بسری کے ایک پروگرام میں نقیب اسرہ نے گفتگو کی۔

☆ مسجد توحید اہل حدیث فرید ٹاؤن ساہیوال میں 29 ویں شب کو ختم قرآن کی محفل میں نقیب اسرہ نے گفتگو کی اس میں 80 کے قریب خواتین و حضرات شریک ہوئے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دورۂ بھارت میں توسیع

بانی محترم اپنے دورۂ بھارت کے آخری مرحلہ میں دہلی تشریف لے آئے ہیں۔ انہیں دہلی میں رکے بغیر واپس پاکستان تشریف لے آنا تھا لیکن اب چند ضروری ملاقاتوں کی خاطر دہلی میں ایک ہفتہ قیام کے بعد وہ ان شاء اللہ 28 دسمبر کو واپس پاکستان پہنچیں گے۔ 13 تا 21 دسمبر بھارت میں اُن کی مصروفیات کچھ اس طرح سے رہیں:

ممبئی میں مسلسل دس روزہ پروگراموں کے بعد ڈاکٹر صاحب 13 دسمبر کو پونا تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ''اسلامک جم خانہ'' میں ''جہاد بالقرآن'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ 8 ہزار مردوں اور 4 ہزار خواتین نے یہ پروگرام سنا۔

14 اور 15 دسمبر بانی محترم بنگلور میں رہے۔ اس دوران ''وائس آف اسلام'' نے اُن کے دو عمومی خطابات کا اہتمام کیا' موضوعات تھے۔ ''رسول سے محبت کا تقاضا'' اور ''اسلام کا سماجی نظام'' شرکاء کی تعداد 6 ہزار تک رہی۔

بنگلور میں قیام کے دوران ''وائس آف اسلام'' فورم نے ڈاکٹر صاحب سے انٹرویو کیا۔ نیز اُن کی جماعت اسلامی ہند کے لوگوں سے خصوصی ملاقات بھی ہوئی۔

16 تا 21 دسمبر بانی محترم نے حیدر آباد دکن میں قیام کے دوران 6 عمومی اجتماعات سے خطاب فرمایا جن میں مرد و خواتین کی حاضری 10 تا 13 ہزار تک رہی۔

حیدر آباد میں 18 اور 19 دسمبر رفقاء تنظیم کے دو تربیتی پروگرام بھی ہوئے۔ دیگر مقررین کے علاوہ بانی تنظیم نے بھی خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ تنظیم نو بھی کی گئی۔ نئے اسرہ جات بھی بنے اور ذمہ داران کا تقرر بھی ہوا۔

these men and women were not of low status, or inferior mental caliber, or born Muslims without any commitment and devotion. Around Mohammed (PBUH) in quite early days, gathered what was best and noblest in Mecca, its flower and cream, men of position, rank, wealth and culture, and from his own kith and kin, those who knew all about his life. All the first four Caliphs, with their towering personalities, were converts of this period.

Dark minds of 21st century call their compatriots: "All civilized nations must unite in condemnation of a theology that now threatens to destabilize much of the Earth." That is exactly what the dark minds of the 7th century felt: a destabilization of the order they had established.

Mental horizon of the dark minds then was narrow, because the struggle for existence in their inhospitable environment was so severe that their energies were exhausted in satisfying the practical and material needs of daily life, and they had little time or inclination for religious or philosophic speculation.

Today the struggle for existence has become economically so tough that no one has time to think over philosophical speculation. Both parents/partners have to work and youth have to start jobs during the summer breaks. In earlier times, religion was a vague polytheism and their philosophy was summed up in a number of pithy sayings. Same is true today and that's why words of Sam Harris, Friedman, Pipes and others are taken seriously.

The result is that an amazing majority of Bush supporters, 72 percent, still believes that Iraq possessed prohibited weapons or had a major weapons of mass destruction program. A majority of Bush supporters also believe experts agree that Iraq possessed banned weapons just before the war, and that U.S. weapons inspector Charles A. Duelfer concluded that Iraq held prohibited arms or ran major programs. In fact, Duelfer and the others who have probed the matter found neither weapons of mass destruction nor major programs for producing them. [2]

These are all signs of the dark minds of the darkest period of human history. On al Qaeda's ties to Iraq, similarly, 75 percent of Bush supporters believed that Iraq either gave al Qaeda "substantial support" or direct involvement in the Sept. 11, 2001, attacks. [3] It would be naïve to assume that Sam Harris and others would tell them that the Qur'an is the problem and they would not approve dispatch of troops to win "a war on Islam."

Due to propaganda by dark minds, the war on Islam has become a primary determinant of policies in the US. The Abu Jahl of 21st century, Bush, is ranting about Iran developing ICBMs to hit the US, carrying nuclear warheads that he insists Iran is planning to build, and that this justifies an invasion. His poisoned-minded followers ignore that China actually has ICBMs, and nuclear warheads (based on the US W-88 designs, no less) and is building missile subs with which to launch them at the US (Washington Times Dec 02, 2004). [4]

But when does the US plans to attack China? Actually the US and its media relentlessly talk a great talk about all these invasions being about stopping nations that pose a nuclear threat to the US and those are against democracy. Iraq wasn't such a nuclear threat and despite the dark minds current batch-O-lies, Iran looks pretty much tame and helpless relative to the North American continent.

But China is not the pick. Well, they actually have WMDs and they have ICBMs. Loral Corporation even helped make those missiles more accurate, so there is no question that China's potential threat to the US is far more demonstrable than those from Iraq, Iran, Saudi Arabia, Syria, or any of those other nations on the list of war lords that consider Islam a threat to their survival.

From the killing fields in Iraq and Afghanistan to a question mark added to the title "Islam misunderstood?", [5] every moment we witness the dark mind of present age on display. Compare what happened when the US declared "mission accomplished" in Iraq with what the Prophet of Islam taught in an age of barbarism. He humanized the Battlefield with strict instructions not to cheat, not to break trust, not to mutilate, not to kill a child or woman or an old man, not to hew down date palm nor burn it, not to cut a fruit tree, not to molest any person engaged in worship.

Remember the way Saddam was treated after his capture with the way Prophet of Islam treated his bitterest enemies. At the conquest of Mecca, he stood at the zenith of his power. The city which had refused to listen to his mission, which had tortured him and his followers, which had driven him and his people into exile and which had unrelentingly persecuted and boycotted him even when he had taken refuge in a place more than 200 miles away, that city now lay at his feet.

By the laws of Jihad that are presented to us by the American media, he could have justly avenged all the cruelties inflicted on him and his people. But what treatment did he accord to them? Mohammad's (PBUH) heart flowed with affection and he declared, "This day, there is no reproof against you and you are all free." This is high an enlightened mind liberate people. This is freedom. "This day" he proclaimed, "I trample under my feet all distinctions between man and man, all hatred between man and man."

The few examples mentioned above are sufficient to make one realize that whoever remains oblivious of the truth and reality amid the present abundance of information and sources of research, is really a person with a dark mind.

Since most of us can hardly think of anything other than working for five days a week and having fun or sleeping for two days at the weekend, it is reasonable to conclude that ours is the darkest period of all time in human history. The dark minds are bent upon poisoning our minds and the world is set on its course to meet its ultimate tragedy.

Those who are associated with **Mr. Abid ullah Jan's** thoughts through his writeups shall be happy to know that **M/S Tidetime Publishing Ltd**., Building A, Huixin Plaza, 16th Floor, Asian Games Village, Beijing, 100101, China has agreed to translate into chinese and publish his recent book **"The end of democracy"** at their own risk and cost.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 48

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Dark Minds of the Darkest Age

We think and speak about the dark ages with a strong belief that we are living in the most enlightened and civilized age of human existence. In fact, we are living in the darkest period of human history with the most closed minds ever possible.

To understand this reality we would have to zoom out of the minor details such as windows or windows-less planes hitting the WTC; the impossibility of a passenger plane making neat holes in the third and fourth ring of concrete reinforced walls at Pentagon; the US torture, butchery and other crimes in Iraq, and the ways in which elections were rigged in the US and Ukraine.

These are side issues related to acts committed by poisoned minds in the darkest age of all times. We actually need to unlearn the grand misconception that the unprecedented technological and scientific advancements are signs of our intellectual enlightenment. What we need to learn is that the advancement is exactly a proof of our living with dark minds.

The reason is simple. If we cannot reach the Truth with all the available means of communication, research and education, we are far worse than those living through the dark ages and failing to reach the reality without these facilities.

We can easily draw parallels between present and any dark age of the past. However, the easiest and more comprehensible parallels are possible with the latest dark age that was hardly 14 to15 hundred years ago.

For assessing the dark minds of our age, all one needs is to pick up any article, news-report or documentary produced by the "mainstream" sources about Islam in the US and compare it with beliefs, views, perception and particularly the reaction to the message of truth in the dark ages before us.

In 21st century, Sam Harris tells the world through the pages of Washington Times (Dec 02, 2004) that:

"It is time we admit that we are not at war with "terrorism." We are at war with Islam. This is not to say that we are at war with all Muslims, but we are absolutely at war with the vision of life that is prescribed to all Muslims in the Koran. The only reason Muslim fundamentalism is a threat to us is because the fundamentals of Islam are a threat to us. Every American should read the Koran and discover the relentlessness with which non-Muslims are vilified in its pages. The idea that Islam is a 'peaceful religion hijacked by extremists' is a dangerous fantasy — and it is now a particularly dangerous fantasy for Muslims to indulge."

This is exactly what the world has been hearing since 7th century — 611 to be exact. The intellectuals, religious and tribal leaders, and even common man said the same thing: We are not against Mohammed (PBUH) and his friends; we are against what he preaches and calls it the word of God. Compare this we with the words of Sam Harris in 21st century: "we are absolutely at war with the vision of life that is prescribed to all Muslims in the Koran."

In the 7th century, Arab society had many superstitious and groundless beliefs. These early Arabs believed in legends inherited from past generations. They supposed that mountains supported the sky above. They believed that the world was flat; burying daughters alive is an honorable deed and living life in licentious ways is ultimate goal of existence.

Mohammed (PBUH) was just one person challenging the status quo of a people, who would fight for forty years on the slight provocation that a camel belonging to the guest of one tribe had strayed into the grazing land belonging to other tribe and both sides had fought till they lost 70,000 lives in all; threatening the extinction of both the tribes to such furious Arabs. These people feel threatened with the message of just one person.

Today we see the same. Sam Harris says: "The only reason Muslim fundamentalism is a threat to us is because the fundamentals of Islam are a threat to us." Remember, that the Qur'an was not fully revealed at this time. Nor were there any companions with Mohammed (PBUH). In today's world Sam Harris's fear is justified. He fears not the so-called 1.2 billion Muslims. He is afraid of the Qur'an.

Sam Harris writes: "This is not to say that we are at war with all Muslims, but we are absolutely at war with the vision of life that is prescribed to all Muslims in the Koran." Harris is just a spokesperson of a poisoned and darkened mindset. This is what the New York Times told us exactly one year ago in its lead editorial of November 14, 2003. [1] This is what the Newsweek has been doing with publishing Qur'an-bashing articles such as "Challenging the Qur'an" (Newsweek, July 28, 2003).

People with dark minds were feeling the same way 1400 years ago. They reacted the same way. Same Harris reflected thinking of the dark minds, ruling the "mainstream media." In his words: "The truth that we must finally confront is that Islam contains specific doctrines about martyrdom and jihad that directly inspire Muslim terrorism."

Remember that dark minds feared Islam when the Qur'an was even not fully revealed, let alone the specific verses about Jihad. Those who demonise Muslims for their belief in the Qur'an and thus in Jihad which is part of the Qur'an must read history. History is before any mind, which is open to reasoning and understanding.

Read how dark minds tortured the early converts to Islam to death without anyone knowing the concept of Jihad. Sumayya, an innocent women, was cruelly torn into pieces with spears, not because she was wagging Jihad against the dark-minded people, but only because dark minded people felt her faith as a threat to the status quo they were trying to maintain.

An example was made of Yassir whose legs were tied to two camels and the beast were driven in opposite directions, well before the revelation of the Qur'an. He was not a "Jihadist."

Khabbab bin Arth was made lie down on the bed of burning coal with the brutal legs of their merciless tyrant on his breast so that he may not move and this made even the fat beneath his skin melt.

Khabban bin Adi was put to death in a cruel manner by mutilation and cutting off his flesh piece-meal." In the midst of his tortures, being asked weather he did not wish Mohammad in his place while he was in his house with his family, the sufferer cried out that he was gladly prepared to sacrifice himself his family and children and why was it that these sons and daughters of Islam not only surrendered to their prophet their allegiance but also made a gift of their hearts and souls to their master?

Against the dark mind of a dark age,